قرآن اکیڈمی، صفا کمپلیکس، ڈومریا گنج، ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)
کی فخریہ پیشکش
(۱) ریاض الصالحین (ہندی) دو جلدیں، از: علامہ نووی، صفحات 1792، قیمت/Rs.550
(۲) مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، از پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی، صفحات 598، قیمت/300
(۳) مدارس کے نصاب تعلیم میں قرآن کریم کا مقام اور اس کا منہج تدریس (مجموعہ مقالات)
مرتب: مولانا رفیق احمد رئیس سلفی، صفحات 400، قیمت/Rs.150
ملنے کا پتہ
DARUL KITAB
A-1, Jogabai Ext. Khajuri Road, Jamia Nagar, NewDelhi-110025
Ph.: +91-11-26980153, Fax: +91-11-26976984

''اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

''اے اللہ میں آپ سے اس علم کی پناہ مانگتا ہوں جو نفع بخش نہ ہو۔'' (مسلم)
OMEGA SUPER HARDWARE
Complete range of Latest fittings for Doors & Windows, Bath Rooms and Furnitures, Glass Furnitures
AD 5/2, 2nd AVENUE, ANNA NAGAR, CHENNAI- 40.
Phones: 2620 2016,4269 0216

● جلد:۵۷ ● شمارہ:۱۹ ● ۲۵رفروری ۲۰۰۹ء ● 25 Feb. 2009 ● بدھ ● ۲۹رصفر المظفر ۱۴۳۰ھ ● قیمت=/Rs.5 ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲رریال ● Posting: 23Feb. 2009 Monday

امریکہ کیلئے افغانستان مشن ویتنام سے بھی زیادہ مشکل ہوگا

عراق کے بعد اب افغانستان بھی تیسرا ویتنام بننے جارہا ہے۔ یہ بات کوئی اور نہیں بلکہ سابق امریکی صدر بل کلنٹن اور افغانستان و پاکستان کے لئے امریکہ کے نئے ایلچی رچرڈ ہالبروک نے کہی ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں نے اپنے تجربات اور حالات وواقعات کو دیکھ کر ہی یہ نتیجہ اخذ کیا ہوگا۔ مسٹر کلنٹن تو امریکہ کے صدر رہ چکے ہیں جبکہ ہالبروک خطے میں دوسری بار اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس سے قبل وہ اس وقت پاکستان میں امریکہ کے خصوصی ایلچی تھے جب روس افغانستان پر قابض تھا اور قبضے کو برقرار رکھنے کی جدوجہد کررہا تھا۔ اس وقت مسٹر ہالبروک نے پاکستان کی مدد سے روس کا قبضہ ختم کرانے میں اہم رول ادا کیا تھا جبکہ آج حالات بالکل اس کے برعکس ہیں۔ روس افغانستان میں امریکی مداخلت کے خلاف فضا ہموار کررہا ہے اور مسٹر ہالبروک کو امریکی مداخلت کے حق میں فضا ہموار کرنے کی اہم ذمہ داری نبھانی پڑرہی ہے۔

مسٹر ہالبروک نے اپنی رائے اس وقت ظاہر کی تھی جب امریکہ افغانستان میں اپنی حکمت عملی پر نظرثانی کررہا تھا اور صدر بارک حسین اوبامہ وہاں کی صورتحال پر قابو پانے کے لئے مزید افواج بھیجنے پر غور کررہے تھے اور سابق امریکی صدر نے مذکورہ بات اس وقت کہی جب صدر بارک اوبامہ نے ۱۷ ہزار اضافی فوج افغانستان بھیجنے کو منظوری دی جو دو بریگیڈ پر مشتمل ہوگی۔ ایک تو بری فوج ہوگی اور دوسرا بریگیڈ مرین فوجیوں کا ہوگا۔ یہ تمام فوجی افغانستان میں پہلے سے موجود ۳۳ ہزار امریکی فوجیوں میں شامل ہوکر اپنی تعداد پچاس ہزار کردیں گے جو مسٹر بارک اوبامہ کے منصوبے کے مطابق مستقبل میں ساٹھ ہزار تک ہوجائے گی۔ فی الحال امریکہ کے چودہ ہزار فوجی ناٹو کی ۴۲ ہزار فوج میں شامل ہیں۔ امریکہ نے یورپی اتحادی ممالک سے بھی مزید افواج بھیجنے کی اپیل کی تھی جسے انھوں نے مسترد کردیا۔

مسٹر ہالبروک نے تو صرف افغانستان کی صورتحال کو نہایت خراب بتایا تھا جبکہ سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے صدر بارک اوبامہ کو متنبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو غلطی برطانیہ اور روس نے افغانستان میں کی تھی اسے وہ نہ دہرائیں بلکہ ان دونوں ملکوں کے انجام سے سبق لیں ورنہ افغانستان امریکہ کے لئے ویتنام بن جائے گا۔ ۱۹رفروری کے ٹائمز آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق سی این این کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں مسٹر کلنٹن کا کہنا تھا کہ اگر صدر بارک اوبامہ وہی راستہ اختیار کرتے ہیں جو برطانیہ نے انیسویں صدی میں اپنایا اور افغانستان پر قبضہ کرنے کی کوشش کی یا ۸۰ کی دہائی میں روس نے وہاں ایک کٹھ پتلی حکومت قائم کرتے ہوئے لڑائی میں پوری روسی فوج جھونک دی تو یہ ایک دوسرا ویتنام بن سکتا ہے۔ افغانستان کے بارے میں ان کی رائے ہے کہ وہ ایک ایسا ملک ہے جہاں دوسرے ممالک کی امیدیں دم توڑ چکی ہیں۔ وہ بہت وسیع ملک ہے۔ وہاں بے شمار پہاڑیاں ہیں، وہاں کے لوگ سخت مزاج ہیں اور وہاں کی سرحدوں کو قابو میں رکھنا ناممکن ہے لیکن موجودہ امریکی اپنے پیش رو جارج ڈبلیو بش کے نقش قدم پر چلتے ہوئے افغانستان کی تاریخ دہرانے کا پورا انتظام کررہے ہیں۔

اگرچہ مسٹر اوبامہ نے افغانستان کے لئے مزید افواج کی منظوری دیتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ فوجیوں کی نئی تعیناتی ملک میں جنگ کا نقشہ بدل دے گی جبکہ ان کے مشیروں، جنگی ماہرین اور سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ افغانستان پر امریکہ کی گرفت تیزی سے کمزور ہورہی ہے۔ وہاں کی تاریخ اپنے آپ کو دہرارہی ہے۔ امریکہ ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہا ہے جس میں ناکامی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ افغانستان اگرچہ ایک چھوٹا اور فوجی طاقت کے لحاظ سے کمزور ملک ہے جس پر کوئی بھی آسانی سے قبضہ تو کرلیتا ہے لیکن وہاں کے عوام نے کبھی بھی غیر ملکی حملہ آوروں اور قابض افواج کو برداشت نہیں کیا۔ وہاں کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی کسی نے اس پر قبضہ کیا اسے ایک نہ ایک دن رسوا ہوکر بھاگنا پڑا۔ اس سے قبل انیسویں صدی میں افغانستان پر قابض برطانیہ کا یہی حشر ہوا تھا، پھر ۸۰ کی دہائی میں سابق سوویت یونین کو وہاں ترقیاتی کام کرانے کے باوجود قبضے کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ افغانوں کی مزاحمت اور گوریلا لڑائیوں نے حالات ایسے پیدا کردیئے کہ سابق سوویت یونین کو وہاں سے بھاگنے میں ہی عافیت نظر آئی۔ امریکہ بھی اس وقت کچھ اسی طرح کی صورتحال سے دوچار ہے۔ چونکہ امریکہ کو اس طرح کا تلخ تجربہ ویتنام میں ہوا تھا جہاں سے اسے اپنا قبضہ ختم کرکے بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ اسی لئے اس کے ساتھ ویتنام کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ عراق پہلے ہی سے اس کے لئے دوسرا ویتنام بن گیا ہے جہاں سے بھاگنے کا اعلان صدر بارک اوبامہ نے کردیا ہے۔ اب افغانستان کی باری ہے جہاں مسٹر اوبامہ امریکہ کی پوری فوجی طاقت جھونک کر آخری لڑائی لڑ رہے ہیں۔ وہ افغانستان کی تاریخ بدلنا چاہتے ہیں لیکن حالات وواقعات بتا رہے ہیں کہ ایک بار پھر افغانستان اپنی تاریخ دہرائے گا۔

امریکہ نے تو ابھی افغانستان میں صرف پچاس ہزار فوجیوں کو تعینات کرنے کا اعلان کیا اور ۲۸ ہزار فوجی ناٹو کے ہیں جبکہ سابق سوویت یونین نے افغانستان پر قبضے کے بعد وہاں ایک لاکھ بیس ہزار فوجی تعینات کردیے تھے جنھیں تین لاکھ افغان فوج کی بھی حمایت حاصل تھی۔ اس کے باوجود پندرہ ہزار سوویت فوجی مارے گئے۔ آخر کار سوویت یونین کو یہ احساس ہوگیا کہ افغانستان اس کے لئے دلدل بن گیا۔ جنگ تو وہ کبھی نہیں جیت سکتا اس لئے اس نے ۱۵ر فروری ۱۹۸۹ء کو افغانستان سے اپنی فوج واپس بلاکر اسے آزاد کردیا۔ اس وقت سوویت یونین کی شکست میں امریکہ اور پاکستان کا بہت بڑا رول تھا خصوصاً امریکہ نے پیسے اور اسلحے سے افغانوں کی مدد کی تھی۔ آج بیس سال بعد اگرچہ روس افغانوں کو امریکہ سے لڑنے کے لئے پیسے اور اسلحہ فراہم نہیں کررہا ہے لیکن باہر سے حالات ایسے پیدا کررہا ہے کہ امریکہ کے لئے افغان مشن کو جاری رکھنے میں کافی دشواری ہورہی ہے۔ حال ہی میں کرغیزستان نے روس کی طرف سے دو ارب ڈالر کی امداد کے بعد اچانک جس طرح امریکی فوجی اڈے کو بند کرنے کا فیصلہ کیا اس میں روس کا عمل دخل صاف صاف نظر آرہا ہے۔ کرغیزستان میں امریکہ کا فوجی اڈہ امریکہ کے لئے اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ پاکستان کے راستے افغانستان میں تعینات غیر ملکی فوجیوں کو رسد پہنچانے میں ہونے والی پریشانی کے بعد وہی ایک محفوظ اڈہ تھا جہاں سے سب سے زیادہ رسد کی سپلائی ہوتی تھی۔ اس کے بند ہونے کے بعد امریکہ کو دوسرے وسطی ایشیائی ممالک سے رابطہ قائم کرنا پڑ رہا ہے تاکہ افغانستان میں اپنا مشن برقرار رکھ سکے۔ وہاں بھی روس اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کرکے امریکہ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرسکتا ہے۔ اس کی دو وجہیں بتائی جارہی ہیں ایک تو روس خطے میں امریکہ کے اثر ورسوخ کو کم کرنا چاہتا ہے اور قریب میں اس کا کوئی فوجی اڈہ قائم نہیں ہونے دینا چاہتا۔ دوسرے افغانستان میں امریکہ کی ناکامی سے خطے میں امریکہ کی مداخلت کی پالیسی متاثر ہوگی اور روس وسطی ایشیا کے اپنے حلیفوں کو پھر ایک پلیٹ فارم پر جمع کرکے متنازعہ ایشوز میں امریکہ کے سخت رویے میں تبدیلی لاسکتا ہے۔ غرضیکہ صورتحال ایسی بن رہی ہے کہ امریکہ کو افغانستان سے بھاگنا پڑے بلکہ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ وہاں افواج میں اضافہ دراصل حلیف ممالک کو افغانستان کے معاملے میں اس طرح الجھا دینا ہے کہ وہ عراق کی طرح خود ہی انخلا کی پہل کرنے لگیں پھر امریکہ کو بھی اپنی افواج واپس بلانے کا موقع مل جائے۔ (ص ن)

کیا اس کو برف کا پگھلنا تسلیم کیا جائے؟

ایک اطلاع کے مطابق فلسطینی مزاحمت کاروں کی تنظیم حماس کی تنہائی ختم ہورہی ہے اور اب یورپی ممالک بھی اس کے وجود کو تسلیم کرنے لگے ہیں۔ اس کو ایک سیاسی طاقت بھی تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ واضح رہے کہ امریکہ اور یورپ اب تک اسے ایک دہشت گرد گروپ قرار دیتے چلے آرہے ہیں۔ حالانکہ فلسطین کے گزشتہ عام انتخاب میں نہ صرف وہ حصہ لے چکی ہے بلکہ فاتح بن کر سامنے بھی آئی ہے جس کے نتیجے میں اسے حکومت سازی کا موقع بھی ملا تھا تو اس کی حکومت کو امریکہ اور یورپ نے تسلیم نہیں کیا تھا اور نہ چلنے دیا گیا تھا۔ لیکن حالیہ اسرائیلی جارحیت کا اس نے جس بے جگری سے مقابلہ کیا اس نے یورپ کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ اسے ایک سیاسی طاقت کا درجہ دیا جائے اور امریکہ بھی بالواسطہ طور پر اس کو تسلیم کرنے لگا ہے۔ اس کا کھلا ہوا ثبوت امریکی سینیٹر جان کیری کا غزہ کا حالیہ دورہ ہے۔ حالانکہ انھوں نے یہ بیان دیا ہے کہ ان کے اس دورے کا یہ مطلب ہرگز نہیں نکالنا چاہئے کہ امریکی پالیسی تبدیل ہوگئی ہے۔ امریکہ آج بھی حماس کو ایک دہشت گرد تنظیم ہی مانتا ہے لیکن جان کیری کا غزہ کا دورہ خود یہ ظاہر کررہا ہے کہ اس کو اس کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اسرائیل کی خواہش کے علی الرغم یہ دورہ ہوا ہے۔ اسرائیل تو یہ کہتا ہے کہ اس نے جو کچھ کیا وہ اپنے دفاع میں کیا ہے اور اس کی کارروائی کو کوئی دوسرا نام دینا درست نہیں ہے۔ اسی بنیاد پر اس نے غزہ میں بیرونی عناصر کو جانے کی اجازت نہیں دی اور امریکی صدر نے مشرق وسطیٰ کے لئے جو خصوصی ایلچی مقرر کیا تھا انھوں نے بھی غزہ کا دورہ نہیں کیا تھا بلکہ مصر اور اسرائیل کے درمیان ہی گھومتے پھرتے رہے۔ اب جان کیری پہلی بار غزہ گئے ہیں وہ بھی اپنی ذاتی حیثیت میں نہیں۔

اب تک یہ ہورہا تھا کہ مصر ثالثی کا کردار ادا کررہا تھا۔ حماس کے نمائندوں سے نہ اسرائیل براہ راست کوئی بات کررہا تھا اور نہ امریکہ بلکہ مصر کے ساتھ ان کی براہ راست بات چیت ہورہی تھی اور وہ اسرائیلی نمائندوں اور امریکی نمائندوں تک ان کی باتیں پہنچا رہا تھا اور امریکی اور اسرائیلی موقف حماس کے نمائندوں پر واضح کررہا تھا۔ لیکن اب یہ معلوم ہوا ہے کہ یورپی ممالک براہ راست حماس کے ساتھ رابطے قائم کرنے لگے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یورپی ملکوں کو امریکی صدر بارک اوبامہ کے امن مشن سے حوصلہ ملا ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ بارک اوبامہ کی صدارت کے دور میں یہ مسئلہ حل ہوجائے اور مشرق وسطیٰ میں امن قائم ہوجائے۔ لندن سے شائع ہونے والے روزنامہ دی انڈی پنڈنٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق جسے روزنامہ اسٹیٹس مین نے اپنی ۲۰رفروری کی اشاعت میں دوبارہ شائع کیا ہے، یہ کہا گیا ہے کہ گزشتہ دو ہفتوں کے دوران فرانسیسی، برطانوی، سویڈش اور ولندیزی سرکاری نمائندوں نے حماس کے چوٹی کے لیڈروں سے ملاقاتیں کی ہیں، جہاں فرانس کے دو سینیٹروں نے دمشق میں حماس کے رہنما خالد مشعل سے ملاقات کی وہیں برطانیہ کے دو ممبران پارلیمنٹ نے حماس کے ایک دوسرے رہنما اسامہ ہمدان سے لبنان جاکر ملاقات کی۔ ہمدان یہ کہتے ہیں کہ ان ملاقاتوں میں ان یورپی نمائندوں نے اس بات کو قبول کیا ہے کہ انھوں نے حماس کو بلیک لسٹ کرکے بھاری غلطی کی تھی۔ اب وہ اس کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ واضح رہے کہ یورپی ملکوں نے ۲۰۰۳ء میں حماس کو ایک دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا تھا اور اس کے ساتھ کسی طرح کا رابطہ قائم کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اب وہ اپنے اس فیصلے پر نظرثانی کررہے ہیں اور حماس کے ساتھ براہ راست رابطہ قائم کرنا اور مذاکرات شروع کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ سیاسی سطح پر حماس کے ساتھ رابطہ ممنوع ہے۔

مشرق وسطیٰ کے لئے امریکہ، یورپی برادری، روس اور اقوام متحدہ کا جو گروپ بنا تھا اس نے اس بنا پر حماس کے ساتھ تعلق کو ممنوع قرار دے رکھا تھا کہ وہ اسرائیل کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی بلکہ وہ اس کی تباہی کے درپے ہے اور یہ پابندی اس وقت اٹھائی جاسکتی ہے جب حماس اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرلے اور 'تشدد' کا راستہ ترک کردے۔ یہی مطالبہ اسرائیل کا ہے یعنی اسرائیل کے موقف میں اور امریکہ، یورپی یونین، روس اور اقوام متحدہ کے موقف میں کوئی فرق نہیں تھا۔ لیکن اسرائیل کی حالیہ جارحیت نے اس پر سوالیہ نشان لگادیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محمود عباس کی تنظیم پس منظر میں چلی گئی ہے۔ غزہ میں تو اس کو کوئی نہیں پوچھتا یہاں تک کہ مغربی کنارے میں بھی اس کی مقبولیت بہت کم ہوگئی ہے اور حالیہ اسرائیلی جارحیت میں تو وہ فلسطینیوں کے ساتھ نہیں بلکہ دوسری طرف تھی۔ حالانکہ امریکہ آج بھی اس کی کوشش کر

باقی صفحہ ۶ پر

بلا تبصرہ

عدالت عظمیٰ کی جانب سے ملائم سنگھ معاملے میں سی بی آئی کو تفتیشی نتائج کو پلٹنے اور سیاسی دباؤ میں آنے کی وجہ سے سخت زجروتوبیخ کرنا اس کے لئے باعث شرم ہے۔ سی بی آئی ملک کی سب سے بڑی تحقیقی ایجنسی ہے اور اس سے غیر جانبداری کی امید کی جاتی ہے۔ ہمارے عوامی نمائندے ہی جب اپنے بنائے ہوئے قوانین کی دھجیاں اڑادیں تو نظم ونسق میں کرشماتی ڈھنگ سے غیر جانبداری کی امید کیسے کی جاسکتی ہے؟

ہرش وردھن کمار، دہلی
ہندوستان، ۲۰رفروری ۲۰۰۹ء

خبر ونظر

ہنگامہ ہے کیوں برپا؟

دنیا کے مسلم حلقوں میں اس امر پر سخت تعجب کا اظہار کیا جارہا ہے کہ پاکستان کے ایک صوبے کے ایک ڈویژن کے ایک چھوٹے سے علاقے میں چند قوانین شریعت کے نفاذ پر دنیا بھر میں یہ شور وہنگامہ کیوں برپا ہے۔ بادی النظر میں یہ حیرت کا مقام ہے بھی، بالخصوص انڈین میڈیا اور سیاسی مبصرین کا رویہ دیکھتے ہوئے۔ ۱۶رفروری کو حکومت پاکستان کے نمائندوں اور صوبہ سرحد کے طالبان رہنماؤں کے درمیان سمجھوتے کی خبر آتے ہی ہندوستانی میڈیا کے اندر گویا زلزلہ آگیا، مبصرین کے حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ ٹی وی چینلوں پر رات بھر تبصرے ہوتے رہے۔ دوسری صبح انگریزی اور ہندی کے اخباروں کی حالت بھی یہی تھی۔ ''سوات میں شریعت اسلامی کا نفاذ، پورے خطے کا امن خطرے میں۔ پاکستانی حکومت اور فوج نے اسلامی بنیاد پرستوں کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ طالبان کی مضبوطی پوری دنیا کے لیے بڑا خطرہ، اسلامیوں کے سامنے پاکستانی حکومت بے بس۔ نئی دہلی اور واشنگٹن کو سخت تشویش، نفاذ شریعت کی تحریک پورے پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے، طالبان تشدد اور خوں ریزی کے سوا کچھ نہیں جانتے......''

یہ پہلی بار نہیں ہوا

تو دنیا بھر کے وہ مسلمان جو شریعت کو سمجھتے ہیں، اور حتی المقدور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، حیرت زدہ ہیں کہ دنیا اتنی پریشان کیوں ہے، کسی کو اس سے کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔ لیکن ایسا سوچنے والے دراصل سادہ لوح ہیں، وہ نہیں جانتے کہ خطرے کی گھنٹی بجانے والے کون ہیں اور کیوں بجارہے ہیں۔ لیکن اتنا تو ضرور جانتے ہوں گے کہ یہ شور پہلی بار بلند نہیں ہوا۔ اس سے قبل بھی دنیا کے جس حصے میں بھی نفاذ شریعت یا حکمرانی میں اسلامی اصولوں کی بات کی گئی، یہی ہوا۔ بوسنیا اور چیچنیا پر یورش اسی لیے کی گئی۔ الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ کی جمہوری کامیابی کو فوج کے ذریعے دبادیا گیا، فلسطین میں حماس کی جمہوری حکومت کچل دی گئی۔ اور ترکی میں اسلام پسندوں کی کامیابی دنیا کو ابھی تک ہضم نہیں ہوسکی۔ ایران کے خلاف آئے دن سازشیں ہوتی رہتی ہیں۔ اسلام مخالف قوتوں کی پوری کوشش ہے کہ دنیا کے کسی بھی مقام پر، کسی بھی مسلم ملک یا اس کے کسی حصے میں اسلامی نظام تو کیا، چند قوانین شریعت بھی نافذ نہ ہونے پائیں۔ اسلامی احکام پر اجتماعی عمل کا کوئی نمونہ دنیا کے سامنے نہ آنے پائے۔ جہاں آجائے، قوت سے کچل دیا جائے۔

یہ پالیسی بہت پرانی ہے

سادہ لوح مسلمانوں کی طرح دوسرے نیک انسانوں کے ذہن میں بھی سوال اٹھ سکتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اب اگر ان میں سے کوئی اس کا جواب تلاش کرنے کی غرض سے اسلام اور شریعت اسلامی کا مطالعہ براہ راست کرے تو اس پر یہ حقائق کھل جائیں گے کہ اسلام انصاف کا علمبردار اور حقیقی امن وسلامتی کا ضامن ہے۔ ہر قسم کے جبر وظلم اور استحصال کے خلاف ہے، ہر قسم کی نسلی، علاقائی اور لسانی عصبیتیں ختم کرکے انسانی مساوات قائم کرتا ہے۔ سود خوروں اور منشیات فروشوں کا دشمن ہے۔ عورت کی عصمت وعزت کا مضبوط محافظ ہے۔ اسے جنس بازار بنائے جانے کے خلاف ہے۔ اس صورت میں وہ قوتیں اسلام کو برداشت نہیں کرسکتیں جو رنگ ونسل، انسانی اونچ نیچ اور سودی معیشت کی بنیاد پر اور عورت کو سر بازار عریاں کرکے دنیا کا نظام چلارہی ہیں اور میڈیا ان کا سب سے موثر ہتھیار ہے۔ ان قوتوں کو خطرہ ہے کہ اگر اسلامی شریعت کا نمونہ کہیں بھی ظاہر ہوگیا تو دنیا اس کی طرف لپکے گی اور ان کا استحصالی نظام ختم ہوجائے گا۔ لہٰذا سادہ لوح مسلمانوں کو اپنی سادہ لوحی سے نکل کر اپنے دین پر فخر کرتے ہوئے تمام انسانوں کو اس دین کی دعوت دینی چاہیے۔ (پ ر)

انتظامیہ کی تبدیلی سے کوئی پالیسی تبدیلی نہیں آئیگی

امریکہ کے نومنتخب صدر اپنی پالیسیوں کے حوالے سے ابھی تک ایک معمہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کے قول وفعل میں اس قدر ابہام اور تضاد پایا جاتا ہے کہ ماہرین سیاست بھی ان کی حلف برداری کے ایک ماہ بعد تک ان کی پالیسیوں کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں کہہ پارہے ہیں۔ وہ عراق سے امریکی افواج واپس بلانے کی باتیں کہہ رہے ہیں تو افغانستان میں مزید ۱۷ ہزار فوجیوں کو بھیجنے کے آرڈر پر دستخط کررہے ہیں جبکہ ۳۶ ہزار امریکی فوجیوں سمیت کل ۵۵۱۰۶ غیر ملکی فوجی پہلے ہی سرکاری دہشت گردی میں سرگرم ہیں جن میں ترکی کے آٹھ سو، آسٹریلیا کے ۱۰۹۰، پولینڈ کے ۱۵۹۰، نیدرلینڈ کے ۱۷۷۰، اٹلی کے ۲۳۵۰، کناڈا کے ۲۸۳۰، فرانس کے ۲۸۹۰ اور جرمنی کے ۳۴۰۵ فوجی امریکہ کی سربراہی میں اقوام متحدہ کی امن فورس اور دہشت گردی مخالف جنگ کے نام پر جارحیت تشدد اور دہشت گردی کے نئے گھناؤنے ریکارڈ قائم کررہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی جبار صدر بارک اوبامہ اپنے پیش رو جارج ڈبلیو بش کی چھیڑی ہوئی دہشت گردی کے ان مختلف پہلوؤں سے جن پر عالمی سطح پر زبردست بحث ومباحثہ تنقید ومذمت کا طویل سلسلہ چھیڑ رکھا ہے۔ قدم پیچھے ہٹانے کی باتیں کررہے ہیں تو دوسری طرف القاعدہ کے خلاف اپنی جارحیت کے دیگر بڑے عناصر کی حمایت جاری رکھنے کے اشارے دے رہے ہیں۔ وہ عالم اسلام کو یہ پیغام دینے کی باتیں کہہ رہے ہیں کہ امریکہ ان کا دشمن نہیں دوست ہے۔ مشرق وسطیٰ کے لئے اپنے الگ نمائندے بھی تعینات کررہے ہیں اور ساتھ ہی اسرائیل کی کھلم کھلا یکطرفہ حمایت وسرپرستی کے اعلان بھی کررہے ہیں۔ وہ پاکستان کو ڈالروں کی بھیک بھی دے رہے ہیں اور پاکستانیوں کے اوپر بمباری بھی کررہے ہیں اور ساتھ ہی دہشت گردوں کے نام پر اپنے عقوبت خانوں میں قید مسلمانوں کو خود امریکہ کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دوسرے ملکوں کو منتقل کرنے اور جن پر امریکہ نے دہشت گردی میں ملوث ہونے کا شک وشبہ ظاہر کردیا ہے خواہ ان کو جنگی علاقوں سے بہت دور دراز واقع مقامات سے ہی کیوں نہ گرفتار یا اغوا کیا گیا ہو پھر بھی ان کو بغیر کسی قانونی کارروائی اور جوڈیشیری چارہ جوئی کے بندر کھنے کے سی آئی اے کے

باقی صفحہ ۶ پر

چینی کمیونسٹ پارٹی سے جماعت کا معاہدہ

اسلام آباد۔ جماعت اسلامی پاکستان اور چین کی حکمراں کمیونسٹ پارٹی نے ایک مفاہمتی دستاویز پر دستخط کئے ہیں جس کے تحت دونوں جماعتیں انصاف، ترقی، سلامتی اور یکجہتی کے لئے اشتراک عمل کریں گی۔ اخبار دی نیوز کی رپورٹ کے مطابق مفاہمتی دستاویز پر چین کی حکمراں کمیونسٹ پارٹی آف چائنا کے سکریٹری برائے امور خارجہ لیو ہونگ چائی اور جماعت اسلامی پاکستان کے سکریٹری جنرل سید منور حسن نے اس وقت بیجنگ میں دستخط کئے جب جماعت اسلامی کے سات رکنی وفد نے چین کا ایک ہفتے کا دورہ کیا۔ مفاہمتی دستاویز میں آزادی، برابری، باہمی احترام اور ایک دوسرے کے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرنے کے چار اصولوں پر بھی اتفاق کیا گیا۔

جوہری پروگرام ایک بند باب/ ایران

تہران۔ ایران کے صدر محمود احمدی نژاد نے کہا ہے کہ ان کے ملک کا متنازع جوہری پروگرام اب ایک بند باب ہے۔ امریکہ کی پالیسی میں ٹھوس تبدیلی سے ہی اس کے ساتھ ایران اور خطے کے رشتے بہتر ہوں گے۔ انھوں نے سرکاری ٹیلیویژن کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں کہا کہ جو کوئی جوہری پروگرام پر بات کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا۔

ایران پر عدم تعاون کا الزام

پیرس۔ بین الاقوامی جوہری توانائی ایجنسی کے سربراہ محمد البرادعی نے یہاں ایک کانفرنس میں کہا کہ ایران اپنے جوہری پروگرام کے فوجی استعمال کے امکانات پر وضاحت پیش کرنے میں ناکام رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ اس بات سے قطعی خوش نہیں ہیں کہ ایران نے گزشتہ کچھ ماہ سے ایجنسی کے ساتھ تعاون نہیں کیا ہے تاہم انھوں نے اس بات سے انکار کیا کہ ایران یورینیم کی افزودگی کی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔

غزہ میں تباہی کا حال

نیویارک۔ اقوام متحدہ ترقیاتی پروگرام (یو این ڈی پی) کے مطابق غزہ پٹی پر حالیہ اسرائیلی حملے کے نتیجے میں چودہ ہزار گھر، ۶۸ سرکاری عمارتیں اور ۳۱ نجی اداروں کے دفاتر مکمل یا جزوی طور پر تباہ ہوچکے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق بمباری کے بعد غزہ میں چھ لاکھ ٹن ملبہ جمع ہوچکا ہے۔ اس ملبے کو ہٹانے اور غزہ کے عوام کو بنیادی اشیائے ضروریہ فراہم کرانے کی فوری ضرورت ہے۔

افغانستان۔ امریکہ تعلقات میں کشیدگی

مہترلام۔ افغان صدر حامد کرزئی نے کہا ہے کہ وہ امریکہ کے ساتھ کشیدگی کم ہونے کی توقع کررہے ہیں۔ امریکہ اور ناٹو فورسیز عام شہریوں کی ہلاکتوں سے بچنے کے لئے اپنی کارروائیاں افغان حکام کے ساتھ تال میل کرنے پر راضی ہوگئی ہیں۔ واضح رہے کہ افغانستان اور امریکہ کے تعلقات میں دو باتوں کی وجہ سے کشیدگی پیدا ہوئی ہے۔ کشیدگی بھی ایسی ہے کہ نئے امریکی صدر بارک اوبامہ نے اقتدار سنبھالنے کے پورے ایک ماہ بعد صدر حامد کرزئی سے ٹیلی فون پر بات چیت کی جبکہ افغان مشن ان کی حکومت کی ترجیحات میں شامل ہے۔ تعلقات میں کشیدگی کی ایک وجہ یہ ہے کہ غیر ملکی فوجیوں کی کارروائیوں میں تعداد میں عام شہری ہلاک ہورہے ہیں۔ پچھلے سال ۲۱۰۰ عام شہری ہلاک ہوئے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ امریکہ نے کرزئی پر الزام لگایا ہے کہ وہ بدعنوانی پر قابو پانے میں ناکام رہے ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کے پیدا کردہ بحران: اسباب اور حل

مولانا محمد عیسیٰ منصوری

ستمبر ۲۰۰۸ء کو مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کا بدترین بحران سامنے آیا جب امریکہ کے دوسرے بینک لیہمن برادرز (Lehman Brothers) کا خسارہ ناقابل برداشت حدود کو پار کرگیا۔ نیویارک اسٹاک ایکسچینج میں ایک شیئر کی قیمت ۸۰ ڈالر سے گر کر ۶۵،۰ ڈالر پر آگئی، یعنی اس بینک کے سرمایہ کی مالیت گر کر صرف ۵۶۵ ارب ڈالر رہ گئی اور لیہمن برادرز کے ۱۳۰ ملکوں میں پھیلے ہوئے ۱۶۰۰۰ ملازمین کی نوکریاں خطرے میں پڑ گئیں۔ اسی دن امریکہ کی بین الاقوامی شہرت کی حامل انشورنس کمپنی AIG (امریکن انٹرنیشنل گروپ) کریش کرگئی اور اس نے اپنی بقا کے لئے امریکن حکومت سے ۸۵ ارب ڈالر کی رقم کا مطالبہ کردیا۔ صورت حال اس قدر خطرناک ہوگئی کہ نیویارک اسٹاک ایکسچینج ایک ہی رات میں ۸۴۰ پوائنٹس سے گرا اور امریکی شیئر مارکیٹ ۶۰ گھنٹوں میں ۸ فیصد گر گئی۔ صرف ستمبر کے مہینے میں بینکوں کے ایک لاکھ انسٹھ ملازمین اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان میں وال اسٹریٹ کے تیس ہزار ملازمین بھی شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یورپین ممالک سے لے کر مشرق بعید تک پورا سرمایہ دارانہ نظام لڑکھڑا گیا۔ کیمونزم کے بعد کیپٹل ازم کا اقتصادی نظریہ ونظام ناکام ہوکر زمین بوس ہوتا نظر آیا۔ بش حکومت نے اپنے سرمایہ دارانہ نظام کو بچانے کے لئے لیہمن برادرز اور AIG کو کنٹرول میں لے لیا۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی رات میں ڈیڑھ کھرب کے خسارے کو امریکن حکومت کے منظور کردہ پیکج کے ۷۰۰ ارب ڈالر بچا نہیں سکتے تھے۔ ماہرین کے مطابق اس بحران سے دنیا میں چھ، سات کھرب (ٹریلین) ڈالر ڈوب سکتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں انسان اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی سے محروم ہوکر بھکاری بن سکتے ہیں۔ اس سے پہلے ۱۹۲۹ء میں امریکہ میں اسی طرح کا اقتصادی بحران آچکا ہے جب سینکڑوں کی تعداد میں امریکن بینک دیوالیہ ہوگئے تھے، امریکی اسٹاک مارکیٹ پوری طرح تباہ ہوکر بکھر گئی تھی اور ڈالر بے وقعت ہوگیا تھا۔ اس وقت کے امریکی صدر روز ویلٹ نے اس وقت بھی امریکی عوام کی ٹیکس کی رقم سے سرمایہ کاری کرکے سرمایہ دارانہ نظام کی عمارت کو زمین بوس ہونے سے بچالیا تھا۔ آج ٹھیک ۷۸ سال بعد یہ عمارت پھر دھڑام سے زمین پر آرہی۔

موجودہ اقتصادی بحران کے اسباب

امریکہ کے اس بینکنگ بحران کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بینکوں نے سود کے لالچ میں لوگوں کو آسائش وخواہشات کی راہ پر ڈال دیا کہ آؤ ہم سے قرضہ لے کر اپنی خواہشیں پوری کرو اور ہمیں سود دو۔ مثلاً ایک امریکی شخص بینک سے دولاکھ ڈالر قرضہ لے کر مکان خریدتا ہے۔ دو سال بعد اسے بینک کا لیٹر ملتا ہے کہ اب تمہارے مکان کی قیمت (ویلیو) ڈھائی لاکھ ہوگئی ہے۔ اس لئے ہم سے مزید ۵۰ ہزار ڈالر قرضہ لے کر نئی کار، نیا ٹی وی، نیا فرنیچر خرید سکتے ہو۔ چنانچہ وہ شخص بینک سے مزید ۵۰ ہزار ڈالر قرض اٹھا کر نئی چیزیں خرید لیتا ہے۔ غرض بینکوں نے سود کی حرص ولالچ میں ایسے لوگوں کو قرضہ دیا جن میں قرضہ لوٹانے کی طاقت نہیں تھی۔ اسے موجودہ بینکنگ کی اصطلاح میں N.I.N.J.A. Laons کہتے ہیں یعنی No Income No Job, Only Application (نہ آمدنی، نہ کام، صرف درخواست کرکے قرضہ اٹھائے لوگ) جب بینکوں سے قرضہ لینے والے لوگوں کی بھاری اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل ہوگئی جن کے پاس قرضہ کی ادائیگی کے لئے نہ آمدنی تھی نہ کام اور بینکوں نے محسوس کرلیا کہ ہمارے اکثر قرضے وصول نہیں ہوں گے تو انہوں نے امریکی حکومت کے سامنے اپنے ہاتھ اٹھادیئے کہ اگر تم نے مزید سرمایہ فراہم نہیں کیا تو ہمارے پاس مارکیٹ چھوڑ کر بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا۔ امریکی حکومت خوب جانتی ہے کہ بینکوں یا زیادہ صحیح الفاظ میں بینکاروں (سرمایہ داروں) کی راہ فرار سے ملک میں ایسی افراتفری مچے گی کہ چند دن حکومت چلانا مشکل ہوجائے گا۔ اس لئے صدر بش نے بینکوں کو بچانے کے لئے ۷۰۰ ارب ڈالر کا پیکج کانگریس کے سامنے پیش کردیا۔ پہلے مرحلے میں کانگریس نے اسے نامنظور کردیا۔ نامنظور کرنے والوں میں اکثریت کا تعلق خود صدر بش کی حکمراں ری پبلک پارٹی سے تھا۔ یہی صحیح فیصلہ تھا کہ ۷۰۰ ارب ڈالر کی خطیر رقم سے بینکاروں کی جیبیں بھرنے کی بجائے اس سرمایہ سے نئی صنعتیں اور انڈسٹریاں لگا کر عوام کو روزگار فراہم کیا جاتا (کیونکہ یہ ۷۰۰ ارب ڈالر عوام ہی کے پیسے تھے) جو عوام کے ٹیکسوں سے وصول کئے جائیں گے) اس بحران کی دوسری اہم وجہ صدر بش کی احمقانہ جنگی پالیسیاں ہیں جو یہودی اور اسرائیل بنکاروں کا آلہ کار بن کر دنیا بھر میں روا رکھی گئی ہیں۔ صدر بش کے جنگی جنون نے امریکہ کا جنگی خسارہ ماہانہ ۷۰ ارب ڈالر تک پہنچادیا یعنی فی منٹ 112500 ڈالر۔ ان احمقانہ جنگوں نے امریکی معیشت کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ صدر بش نے بینکوں کے لئے جتنی رقم (۷۰۰ ارب ڈالر) کا پیکج منظور کیا ہے، تقریباً اتنی ہی عوام کے ٹیکسوں کی رقم وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ضائع کرچکے ہیں۔ اب پھر صدر بش نے عوام کے ٹیکس کے ۷۰۰ ارب ڈالر ان سرمایہ داروں (بنکاروں) کی جیبوں میں ڈال دیئے۔ اس ۷۰۰ ارب ڈالر کے پیکج کے منظور ہوتے ہی امریکی بنکاروں نے ایسے جشن منائے کہ ایک ہی رات لاکھوں ڈالر شراب، شباب پر اڑادیئے اور اپنی تنخواہیں مزید بڑھالیں۔ پہلے ہی ان کی تنخواہیں کئی کئی ملین ڈالر ہیں۔ یہ ہے مختصر کہانی سرمایہ دارانہ نظام کے حالیہ بحران کی۔

مغربی ملکوں کی اقتصادی دہشت گردی

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے غیر سودی یا اسلامی بینک اس بحران سے پوری طرح محفوظ ہیں۔ اگرچہ میرے نزدیک موجودہ اسلامی بینک سو فیصد اسلامی نہیں، البتہ اسلام کے مبارک اقتصادی نظام کی طرف ایک کوشش ضرور کہے جاسکتے ہیں۔ اس عالمگیریت کے دور میں جب دنیا سکڑ کر ایک گاؤں بن گئی ہے، عالمی اقتصادی نظام پر مغربی سرمایہ داروں کا غلبہ وتسلط قائم ہے۔ اس منحوس نظام سے پوری طرح آزاد ہوکر مکمل طور پر اسلامی معاشی نظام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک پوری اسلامی دنیا ہمت کرکے ایک ساتھ اس مبارک غیر سودی نظام کو اپنانے کا فیصلہ نہ کرے۔ اس بحران سے مغرب کی سرمایہ دارانہ دہشت گردی اور مکاری پھر طشت ازبام ہوگئی۔ وہ اس طرح کہ ایک طرف CAT معاہدہ اور قومی مارکیٹ اکانومی کے مغرب نواز نظام کے ذریعہ مغرب کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو ہر ملک میں گھس کر اپنا جال بچھانے، نفع کمانے، سرمایہ لوٹنے اور قوموں اور تہذیبوں کو نچوڑ کر کنگال بنانے کی پوری آزادی ہے۔ اب جب کہ مغرب کی غلط پالیسیوں کی بدولت دنیا اقتصادی بحران کی زد میں آئی تو ہم نے دیکھا امریکہ، برطانیہ، فرانس سمیت ہر ملک صرف اپنے ملک وقوم کو اس بحران سے بچانے کی فکر کررہا ہے۔ غریب لوگوں اور ملکوں کی جو تباہی مغرب کی غلط پالیسیوں کے سبب ہوئی ہے ان کو تباہی سے بچانے کے لئے کچھ نہیں کیا جارہا ہے۔ بلکہ مغرب نے اس بحران میں سب سے پہلے عربوں اور مشرقی ممالک کے سرمایہ پر ہاتھ صاف کیا جنھوں نے مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام پر اعتماد کرکے گزشتہ نصف صدی سے اپنی تمام جمع پونجی امریکہ ویورپ کے بینکوں میں رکھ چھوڑی تھی۔

بہر حال دنیا کے اقتصادی ماہرین اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ امریکی صدر بش نے ۷۰۰ ارب ڈالر کا پیکج منظور کرکے اپنے (سرمایہ دارانہ) نظام کو بچانے کی جو کوشش کی، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کوما کے مریض کی مشین کے ذریعہ سانسیں جاری رکھی جائیں۔ یہ محض وقتی حیلہ ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام ٹوٹ کر بکھرنے کے قریب پہنچ چکا ہے۔ کاش ہم مسلمان اس قابل ہوتے کہ دنیا کو بتا سکتے کہ انسانیت کو تباہی سے بچانے کا نسخہ ہمارے پاس ہے۔ اسلامی نظام (اقتصادی) پہلے بھی تقریباً ایک ہزار سال تک بین الاقوامی طور پر دنیا کے بڑے حصے (ایشیا، افریقہ، یورپ) پر نہایت کامیابی سے چلا ہے اور اس طویل عرصے میں نہ اس طرح کا کوئی معاشی بحران آیا نہ اس طرح کی کمر توڑ مہنگائی۔ آیئے ہم دونوں اقتصادی نظاموں (اسلامی ومغربی) کا موازنہ وتجزیہ کریں۔

اسلامی اقتصادی نظام کی بنیادیں

جس طرح انسانی حیات کے لئے اس کی رگوں میں خون کی گردش ضروری ہے، اسی طرح نظام کائنات کی حیات مال کی صحیح گردش پر موقوف ہے جو تجارت اور اقتصادی نظام کے ذریعے وجود میں آتی ہے۔ اور جس طرح خون کا جسم کے کسی حصے میں جمع ہوجانا اور دوسرے حصوں تک نہ پہنچ پانا جسم کی موت ہے، اسی طرح سرمایہ اور دولت کا چند ہاتھوں میں جمع ہوکر رہ جانا نظام کائنات کی تباہی ہے۔ اسلام کے اقتصادی نظام کی بنیاد قرآن کی زبان میں "تاکہ دولت وسرمایہ چند ہاتھوں میں مرتکز (جمع) نہ ہوجائے۔" اسلام کے اقتصادی نظام کی بنیاد زکوۃ وصدقات، عشر وخراج پر ہے یعنی زراعت، باغات اور زمین کی پیداوار میں غریب عوام کا حق۔ اگر زمین بارش سے سیراب ہورہی ہو تو دسواں حصہ اور اگر کسان نے خود مشقت کرکے زمین کو پانی دیا تو بیسواں حصہ۔ اسی طرح اسلام نے وراثت کی تقسیم کرکے ایسے جامع اور پر حکمت احکام دیئے کہ اگر ساری دنیا کی دولت بھی کوئی فرد اکٹھی کرلے تو چند پشتوں میں وہ ساری دولت وراثت کے احکام کے ذریعے معاشرے میں پھیل جائے گی۔ غرض ہر وہ چیز جس سے مال وسرمایہ چند ہاتھوں میں مرتکز ہوجاتا ہے، اسے اسلام نے ممنوع وحرام قرار دیا جیسے سود، ذخیرہ اندوزی، جوا وغیرہ۔ اسلام کے پورے اقتصادی نظام کا مقصد تو اہل ثروت سے مال لے کر بے وسائل اور غرباء تک پہنچانا ہے۔ اسلام انسانوں میں ایک دوسرے کے ساتھ یہی ہمدردی، اخوت، تعاون مواساۃ کا معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ یاد رہے کہ قرآن کا اقتصادی نظریہ افزائش دولت Production کے بجائے تقسیم دولت Distribution کا نظریہ ہے۔ یہی وہ بنیادی فرق ہے جو اسلامی معاشی نظام کو دوسرے معاشی نظاموں سے ممتاز کرتا ہے۔ دنیا کے تقریباً تمام ہی معاشی نظام افلاطون کے یوٹوپیائی نظام سے لے کر موجودہ دور کے مارکسی نظام معیشت یا مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام تک سب کا مقصد زیادہ سے زیادہ حصول دولت اور ارتکاز سرمایہ ہیں۔ یہ سب معاشی نظام حصول دولت کے لئے معاشرے کو تباہ کرنے والے نقصان پہنچانے والے غلط ذرائع کے اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں دیکھتے۔ جب دنیا میں کوئی قرآن کا پیش کردہ اقتصادی نظام قائم ہوا تو چند برسوں کے اندر ایسی خوش حالی کا دور دورہ ہوا کہ مملکت اسلامی کے کسی شہر میں کوئی زکوۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ غور کیا جائے تو اسلام کی اصل بنیاد دو ہی چیزیں ہیں۔ اولاً خدائے واحد کی عبادت کا قیام اور دوسرا انسانیت کو سود کی لعنت سے نجات دلانا۔ سود اتنی بڑی لعنت وبرائی ہے کہ اسلام نے سود کے مسئلہ پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا، حتی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ کیا تو اس میں صراحت کی گئی تھی کہ سودی کاروبار کی صورت میں یہ معاہدہ کالعدم سمجھا جائے گا۔ یعنی اگر کوئی کسی مسلمان کو قتل کردے یا مسلمانوں کے خلاف سازش کرے، جاسوسی کرے تو سزائے موت صرف اس فرد کو ملے گی، من حیث القوم انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ مگر سودی لین دین پر پوری قوم کے ساتھ کیا گیا معاہدہ ختم ہوجائے گا۔ اسی طرح خلفائے راشدین کے عہد زریں میں دنیا بھر کی اقوام، مذاہب وتہذیبوں سے جو معاہدے ہوئے ان تمام میں واضح طور پر شق تھی کہ اگر تم نے سودی لین دین کیا تو ہم سے معاہدہ ختم ہوجائے گا۔ سو اس درجہ کی برائی، شر اور لعنت ہے جو کسی حالت میں برداشت نہیں کی جاسکتی۔ سود واحد جرم ہے جس کو قرآن نے اللہ اور رسول کے ساتھ کھلا اعلان جنگ کہا ہے۔ افسوس آج مسلم ممالک کے ہر چوراہے اور ہر سڑک پر اللہ اور رسول کے ساتھ اعلان جنگ قبول ومنظور کرنے کا اظہار سودی بینکوں کی شکل میں کررکھا ہے۔ یہ بات پورے یقین ووثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اگر آج بھی مسلمان قرآن کے اصولوں پر صرف مالیاتی نظام لے آئے تو مغرب کی بالادستی وغلبہ سے نجات پاجائیں۔

سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام کی خرابیاں

اسلام کے اقتصادی نظام کے مقابلے میں موجودہ سرمایہ دارانہ نظام ہے جو بیسویں صدی کے اوائل سے دنیا بھر میں غالب ومروج ہے۔ اس سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد سود، ذخیرہ اندوزی اور جوا (سٹہ) ہے۔ اس نظام کے ثمرات ونتائج یہ ہیں کہ دنیا بھر میں امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب ہوتا جارہا ہے اور پوری دنیا کا سرمایہ ووسائل چند مٹھی بھر ہاتھوں میں منتقل ہورہے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا کا ۸۰ فیصد سے زائد سرمایہ ۵۰۰ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ملکیت بن چکا ہے۔ تقریباً دنیا کے ہر ملک میں سرمایہ ووسائل چند لوگوں کے ہاتھ میں سمٹ گئے ہیں۔ مثلاً بھارت کی آبادی ایک ارب کے قریب ہے۔ وہاں ۸۰ کروڑ انسانوں کے پاس جتنا سرمایہ ہے، اتنا بھارت کے چار مشہور سرمایہ داروں کے پاس ہے۔ پاکستان کے ۱۴ کروڑ لوگوں کے پاس جتنا سرمایہ ہے، اس کا بڑا حصہ چند لوگوں کے پاس ہے۔ دنیا میں تیزی سے دو طبقات وجود میں آئے ہیں۔ (۱) انتہائی امیر (۲) انتہائی غریب۔ متوسط طبقہ تیزی سے ختم ہورہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مغرب کی ذہنی غلامی میں پوری دنیا مغرب کے قرون وسطیٰ کے تاریک دور کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جب یورپ میں لارڈ اور جاگیردار یا ان کے غلام تھے، حتی کہ دنیا بھر کی حکومتیں بشمول امریکہ ویورپ کے مٹھی بھر سرمایہ داروں کی غلام بن چکی ہیں۔ آج جمہوریت کی تعریف یہ نہیں رہی کہ عوام کی حکومت عوام کے ذریعہ اور عوام کے مفاد کے لئے بلکہ آج جمہوریت کا مطلب ہے سرمایہ داروں کی حکومت، سرمایہ داروں کے ایجنٹوں کے ذریعہ، سرمایہ داروں کے مفاد کے لئے۔ اس غیر فطری اور انسان دشمن اقتصادی نظام نے پوری دنیا کو تباہی کے دہانے پر پہنچادیا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ مغرب کی ذہنی غلامی میں پوری دنیا مغرب کے قرون وسطیٰ کے تاریک دور کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جب یورپ میں لارڈ اور جاگیردار یا ان کے غلام تھے، حتی کہ دنیا بھر کی حکومتیں بشمول امریکہ ویورپ کے مٹھی بھر سرمایہ داروں کی غلام بن چکی ہیں۔ آج جمہوریت کی تعریف یہ نہیں رہی کہ عوام کی حکومت عوام کے ذریعہ اور عوام کے مفاد کے لئے بلکہ آج جمہوریت کا مطلب ہے سرمایہ داروں کی حکومت، سرمایہ داروں کے ایجنٹوں کے ذریعہ، سرمایہ داروں کے مفاد کے لئے۔ اس غیر فطری اور انسان دشمن اقتصادی نظام نے پوری دنیا کو تباہی کے دہانے پر پہنچادیا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی ابتدا کیسے ہوئی؟

مغرب کے اس سرمایہ دارانہ نظام کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جو لوگ سونے چاندی کا کاروبار کرتے تھے یعنی صراف۔ وہ اپنے سونے کی حفاظت کے لئے مضبوط ومستحکم مکان وتجوریاں بنواتے تھے۔ عام لوگ بھی اپنی بچت کا سونا حفاظت کے لئے ان کے پاس جمع کرتے۔ یہ صراف حفاظت کرنے کی مخصوص رقم لیتے اور لوگوں کو رسید لکھ دیتے کہ اس شخص کا اتنا سونا ہمارے پاس جمع ہے۔ اب وہ شخص اس رسید سے مکان، زمین یا کوئی چیز خریدتا یا اپنا قرضہ ادا کرتا۔ اس طرح چالاک صرافوں نے اندازہ لگایا کہ لوگ جمع شدہ سونے کا دسواں حصہ خرچ کرتے ہیں اور نو حصے ان کے پاس جمع رکھتے ہیں۔ انہوں نے حرص، لالچ اور بددیانتی سے لوگوں کے امانت رکھے ہوئے سونے کے بدلے نو الگ الگ رسیدیں جاری کرنی شروع کردیں، یعنی نہ صرافوں کے پاس سونا موجود نہ لوٹانے کی طاقت، محض لوگوں کے اعتبار پر رسیدوں کا کاروبار چلتا رہا اور یہودی صرافوں کا سرمایہ بڑھتا رہا۔ جب یورپ میں موجودہ بینکنگ کا نظام شروع ہوا تو چونکہ سارا سرمایہ ان کی تجوریوں میں تھا، اس لئے بینکوں پر خود ان کا قبضہ ہوگیا۔ عوام کے پاس جو تھوڑی بہت بچت تھی۔ اس پر قبضہ کرنے کے لئے ان چالاک صرافوں نے لوگوں کو دوسرا جھانسہ یہ دیا کہ اگر تم خود کاروبار کروگے تو سرمایہ ڈوب بھی سکتا ہے۔ اس لئے نقصان کے غم میں گھلنے کے بجائے اپنی رقم ہمیں دے دو۔ ہم تمہیں ہر ماہ ہر سال ایک مقرر (Fixed) منافع دیتے جائیں گے۔ اس طرح عام لوگوں کا بچا ہوا روپیہ بھی ان کے قبضے میں آگیا۔ اب یہ صراف بینکار بن کر پورے یورپ کے آقا ومالک بن بیٹھے۔ ان صرافوں کی بھاری اکثریت نسلاً یہودی تھی۔ یہودیوں کی سود خوری کی تاریخ ضرب المثل رہی ہے۔ جس پر تمام آسمانی کتب شاہد ہیں، حتی کہ انہوں نے سونے کے بچھڑے کی پوجا اپنے نبی حضرت موسیٰ کی موجودگی ہی میں شروع کردی تھی۔ ظہور اسلام کے وقت مدینہ اور عرب کے تمام قبائل یہودیوں کے سود کے جال میں جکڑے ہوئے تھے اور تمام تجارت وبازاروں پر ان کا قبضہ تھا۔ یاد رہے کہ سود خوری، خود غرضی، ظلم، استحصال اور لوٹ کھسوٹ کا ذہن پیدا کرتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ سود خود کی حرص ولالچ اور حرام خوری کی عادت کی بدولت قمار بازی (سٹہ) کی لت پڑ رہی ہے۔ آج دنیا کے سٹاک ایکسچینجز کی تقریباً ۷۰ فیصد رولنگ (سرمایہ کی گردش) سٹہ یعنی جوئے پر ہورہی ہے۔ سود کینہ وحسد پیدا کرتا ہے جس کے نتیجے میں فساد اور جنگیں چھڑتی ہیں۔ سود خور جنگیں بھڑکا کر عوام اور قیدیوں کو غلام بناتے ہیں۔ مثلاً پہلی جنگ عظیم کے وقت برطانیہ پر اور دوسری جنگ عظیم تک امریکہ پر کوئی قرضہ نہیں تھا۔ ان یہودی بینکاروں نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مختلف حیلوں سے برطانیہ اور امریکہ بلکہ یورپ کو جنگ میں الجھا کر اپنا مقروض وتابعدار بنالیا۔ ان ہی خونخوار بینکاروں نے موجودہ بینکنگ کا بحران پیدا کرکے ایک بار پھر عوام کے ٹیکسوں سے ۷۰۰ ارب ڈالر ہڑپ کرلئے۔ یہ مکار بینکار پوری بات دنیا کو کبھی نہیں بتاتے۔ مثلاً یہ تو سب جانتے ہیں کہ برطانیہ وفرانس پر ہزاروں ارب ڈالر اور امریکہ پر تقریباً دس کھرب (ٹریلین) ڈالر قرض ہے مگر یہ حقیقت دنیا کے سامنے کبھی نہیں آئی کہ یہ قرض کن کا ہے۔ ان بنکاروں کی بھیانک شکل کبھی سامنے نہیں لائی جائے گی۔ واشنگٹن ڈی سی میں روڈ کی ایک طرف ورلڈ بینک کا دفتر ہے اور دوسری طرف IMF کا۔ ایک دنیا بھر کے ملکوں کو قرضہ دیتا ہے، دوسرا وصول کرتا ہے۔ ان دونوں کے اصل مالکوں کا نام زبان پر لانے کی جرأت نہ صدر بش میں ہے نہ برطانیہ کے گورڈن براؤن میں۔ ان سب حکمرانوں کی حیثیت یہودی بینکاروں کے زرخرید کنیز وباندی سے زیادہ نہیں، شاید اس لئے کہ ایک یہودی اسکالر سموئیل ہنٹنگٹن نے کلیش آف سولائزیشن کا نظریہ پیش کیا تاکہ مغربی تہذیب کے خاتمے کو تہذیبوں کا تصادم بنا کر مسلمانوں کے سر منڈھ دے اور تباہی پھیلانے والوں کو صاف بچالے جائے۔ ہماری بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے جتنے معاشیات واقتصادیات کے ماہرین ہیں، وہ ذہنی طور پر اس قدر غلام ہیں کہ مغرب نے انہیں معاشیات کا جو سبق رٹادیا، اس سے آگے سوچ نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم ممالک کے وزرائے خزانہ یا مشیر خزانہ جب اپنے ملکوں کی اقتصادی منصوبہ بندی کرتے ہیں تو ان کے سامنے اپنے ملکوں سے زیادہ مغرب کا مفاد ہوتا ہے۔ یہ سب لوگ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے ایجنٹ ہیں۔ ان کی اصل ڈیوٹی ان اداروں کے بروقت سود کی ادائیگی کے لئے کام کرنا ہے۔ اربوں میں سود لیتے ہیں اور کھربوں میں سودا کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ اسی کی تنخواہ پاتے ہیں۔

ہماری بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے جتنے معاشیات واقتصادیات کے ماہرین ہیں، وہ ذہنی طور پر اس قدر غلام ہیں کہ مغرب نے انہیں معاشیات کا جو سبق رٹادیا، اس سے آگے سوچ نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم ممالک کے وزرائے خزانہ یا مشیر خزانہ جب اپنے ملکوں کی اقتصادی منصوبہ بندی کرتے ہیں تو ان کے سامنے اپنے ملکوں سے زیادہ مغرب کا مفاد ہوتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کا انجام مکمل تباہی ہے

آج سود کے منحوس نظام کی بدولت دنیا کے ۹۰ فیصد عوام کا جینا دوبھر ہوچکا ہے۔ سود اور مہنگائی لازم وملزوم ہے۔ جب سے اس منحوس نظام نے دنیا پر اپنے خونی پنجے گاڑے ہیں، روز مہنگائی بڑھ رہی ہے۔ مہنگائی بڑھانے کے جنون کا حال یہ ہے کہ امریکہ ہر سال اپنے کسانوں کو بارہ ارب ڈالر اس لئے دیتا ہے کہ وہ مہنگائی بڑھانے کے لئے زرعی پیداوار میں کمی کریں۔ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی فالتو رقم امریکہ کے پاس بھی نہیں ہوتی چنانچہ انہی خونخوار بینکاروں سے سود پر قرض لے کر رقم کسانوں کو دی جاتی ہے۔ یہ شقاوت و بدبختی کی نہایت عبرتناک مثال ہے۔ قرآن نے تقریباً چودہ سو سال پہلے یہ حقیقت انسانوں کے سامنے واشگاف طور پر بیان کی تھی اور پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا کہ سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے، اس کا انجام افلاس وتباہی ہے۔ معاشیات کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے کہ سودی معیشت جب کساد بازاری کا شکار ہوتی ہے تو انسانیت ایسے ہولناک انجام سے دوچار ہوتی ہے کہ ایک لمحہ میں کروڑوں انسانوں کی جمع پونجی ڈوب جاتی ہے۔ آج دنیا کا کوئی ماہر معاشیات ایسا نہیں جس نے معاشرے پر سود کے مہلک ومنفی اثرات کو تسلیم نہ کیا ہو اور موجودہ دور کے تمام ماہرین معاشیات واقتصادیات خواہ وہ امریکہ ویورپ کے ہوں یا روس وجاپان کے، اس بات پر متفق ہیں کہ سودی نظام بہت جلد پوری دنیا کو تباہ کردے گا۔ بہت جلد دنیا بھر کے تمام سرمایہ ووسائل کے مالک مٹھی بھر بنکار بن جائیں گے تو اس سے دنیا کے سات ارب انسانوں کے اندر جو ردعمل ہوگا۔ اس سے بھیانک تباہی آئے گی، کروڑوں اربوں کا خون بہے گا، یہ ماہرین اقتصادیات اس کے تصور ہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔

تباہی سے بچنے کا واحد راستہ

موجودہ دور کے تمام ماہرین معاشیات اس نکتے پر متفق ہیں کہ اقتصادی تباہی سے دنیا کو بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ سود کو ختم کیا جائے۔ سود کی شرح کو گھٹاتے گھٹاتے صفر کی حد پر لایا جائے یا سود کی شرح صرف اتنی رکھی جائے کہ نظام چلانے کے اخراجات نکل سکیں، تقریباً ایک ڈیڑھ فیصد۔ چنانچہ گزشتہ ۸ سال سے یورپی اقتصادی کونسل نے شرح سود ساڑھے تین فی صد برقرار رکھی ہے اور یہاں کے ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ اسے تدریجاً کم کرتے

باقی صفحہ ۷ پر

دعوت دین کی اہمیت

محمد سیف اللہ، جے پور، راجستھان

ابو الانبیاء خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا "اے رب ان لوگوں میں خود انہی میں سے ایک ایسا رسول اٹھائیو، جو انہیں تیری آیات سنائے ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگی سنوارے۔" (سورۃ البقرۃ:۱۲۹) اور پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا "ایک ایسا رسول جو تم کو اللہ کی صفات صاف ہدایت دینے والی آیات سناتا ہے تاکہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔" (سورۃ الطلاق:۱۱)

اور پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا رسول بھیجا جس سے صاف صاف فرمایا گیا "اے رسولؐ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچادو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔" (سورۃ المائدہ:۶۷) اور اس کے بارے میں فرمایا "اور اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک "امت وسط" بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔"
(سورۃ البقرہ ۱۴۳)

اور اس امت وسط کو حکم دیا "تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔"
(سورۃ آل عمران:۱۰۴)

آگے چل کر اس امت کی یہ خصوصیت بیان فرمائی "اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔" (سورۃ آل عمران:۱۱۰) انہیں مدمقابل طاقتوں کے عزائم کے آگاہ کرتے ہوئے یہ خوشخبری بھی دی گئی یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کردے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔" (سورۃ الصف:۹-۸)

اور ان لوگوں کے بارے میں اپنا فیصلہ سنادیا گیا: "جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔" (سورۃ المائدہ:۴۴)

دوسری جگہ فرمایا: "جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔" (سورۃ المائدہ:۴۵)

ایک اور جگہ فرمایا "جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔" (سورۃ المائدہ:۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم ضرور نیکی کی طرف دعوت دیتے رہنا اور ضرور برائی سے روکتے رہنا، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جانب سے تم پر کوئی عذاب بھیج دے اور پھر تم اس سے دعائیں کرو لیکن وہ قبول نہ ہوں۔ (ترمذی) حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے یہ نصیحت بھی فرمائی کہ چاہئے کہ جو حاضر ہے وہ (میرے احکام وتعلیمات کو) اسے پہنچادے جو حاضر نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حاضر انہیں ایسے شخص تک پہنچادے جو پہنچانے والے سے زیادہ یاد رکھے۔ (بخاری) رسول خداؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر اللہ تیرے ذریعے ایک آدمی کو بھی ہدایت فرمادے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (بخاری مسلم)

اس چراغ یعنی قرآن کی روشنی کو پوری دنیا میں پھیلانے کی کتنی اہمیت ہے اور یہ کتنا ضروری کام ہے۔ اس کو اللہ کے رسول کی اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ جنگل میں ایک شخص نے روشنی کے لئے آگ روشن کی جیسے ہی آگ روشن ہوئی اس پر پروانے آآ کر گر رہے ہیں وہ شخص ان کو جلنے سے بچانے کے لئے ہٹائے جارہا ہے لیکن وہ گرے جارہے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں میری مثال اس شخص کی طرح ہے کہ میں بھی لوگوں کو کمر پکڑ پکڑ کر دوزخ کی آگ سے بچارہا ہوں لیکن لوگ اس میں گرے جارہے ہیں۔ (بخاری) قرآن وحدیث کی ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے اس چراغ سے پوری انسانیت کو روشن کرنا امت مسلمہ کی اولین ذمہ داری ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس ہم نے اس کام کو پس پشت ڈال دیا ہے اسی لئے ہم ذلیل وخوار ہورہے ہیں۔ جب تک ہم اس کام کو کرتے رہے عروج وسربلندی ہمارے قدم چومتی رہی۔ ●●

دعوت

۲۵ رفروری ۲۰۰۹ء

عوامی نمائندوں کا حال

کسی مملکت کا نظام جن ستونوں پر قائم رہتا ہے وہ تین ہیں یعنی مقننہ، عاملہ اور عدلیہ، مملکت کی حالت اور کیفیت کا اندازہ ان کی حالت وکیفیت سے لگایا جاسکتا ہے۔ ان تینوں ستونوں کی کارکردگی جیسی ہوگی مملکت کا حال بھی ٹھیک اسی کے مطابق ہوگا۔ مقننہ، عاملہ اور عدلیہ جیسے عناصر پر مشتمل ہوگی حکومت وریاست پر اس کا عکس پڑے گا۔ اگر مقننہ، عاملہ اور عدلیہ کے عناصر میں ذمہ دری کا احساس پایا جائے گا، جواب دہی کا احساس ہوگا، عوام کی خدمت کا جذبہ ہوگا تو نظام حکومت پر بھی اس کا اثر ظاہر ہوگا۔ اگر ان میں ان پہلوؤں سے کمی ہوگی اور جس درجے کی کمی ہوگی حکومت کی کارکردگی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گی۔ خرابیاں تو ہر فرد میں ہوسکتی ہیں، یہ پہلے سے موجود بھی ہوسکتی ہیں اور پیدا بھی ہوسکتی ہیں لیکن اگر ان خرابیوں کا احساس ہو، نیز یہ بھی شعور ہو کہ جو خرابیاں موجود ہیں یا پیدا ہورہی ہیں ان کو دور ہونا چاہئے کیوں کہ ان کا موجود رہنا نہ پسندیدہ ہے اور نہ مفید تو خرابیاں دور بھی ہوسکتی ہیں اور خرابیاں پیدا ہونے کے امکانات کو بھی معدوم کیا جاسکتا ہے پھر بھی اگر یہ پیدا ہوجائیں تو ان پر قابو پانے کی صورتیں نکالی جاسکتی ہیں اور نظام کے کامیابی کے ساتھ آگے بڑھنے کی امیدیں زندہ رہ سکتی ہیں۔ لیکن اگر صورت الٹی ہو تو نہ صرف یہ کہ خرابیاں دور نہیں کی جاسکتیں بلکہ ان کے بڑھتے اور پھیلتے رہنے کا اندیشہ باقی رہے گا جو کبھی بھیانک صورت بھی اختیار کرسکتا ہے۔ اس وقت ہمارے ملک کی حالت کچھ ایسی ہی ہے۔ نظام کے مذکورہ تینوں ستون کمزور ہوگئے ہیں اور بعض تو خرابیوں میں اس قدر لت پت ہوگئے ہیں کہ ان سے ان کے نکلنے کی ہر کوشش ناکام ثابت ہورہی ہے۔ مقننہ اور عاملہ کی حالت زیادہ خراب ہے اور عدلیہ میں بھی خرابیاں پیدا ہونے لگی ہیں۔ اس کا سب سے بھیانک اور باعث تشویش پہلو یہ ہے کہ ان سے عوام کی توقعات اٹھتی جارہی ہیں۔ عدلیہ کی کارکردگی اگرچہ نسبتاً بہتر ہے تاہم انصاف ملنے میں اتنی تاخیر ہوتی ہے کہ اس کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ سے اس ستون کی حیثیت بھی مجروح ہورہی ہے اور عزت پر بھی بٹہ لگنے لگا ہے۔

مقننہ اور عاملہ کا حال تو بہت ہی برا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے وابستہ افراد کے بدعنوانیوں میں گھرتے چلے جانے سے کیا جاسکتا ہے، کرپشن نے ان کی تمام مثبت خصوصیات واوصاف ان سے چھین لئے ہیں اور ہر اس چیز کو ان کی جھولی میں ڈال دیا ہے جو منفی ہوسکتی ہے۔ مقننہ کے وابستہ افراد کے بارے میں جو واقعات سامنے آتے رہتے ہیں ان کو دیکھ اور سن کر سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ایک حالیہ جائزے سے اس کی ایک ایسی تصویر اُبھر کر سامنے آتی ہے جو نہایت خطرناک، بھیانک اور تشویشناک ہے۔ اس جائزے میں یہ کہا گیا ہے کہ اس وقت لوک سبھا میں مجموعی طور پر ۹۳ سیاسی جماعتوں کے نمائندے موجود ہیں۔ ان میں بعض سیاسی جماعتیں ملک گیر سطح کی ہیں جب کہ بیشتر چھوٹی اور علاقائی نوعیت کی پارٹیاں ہیں۔ ان میں اٹھارہ جماعتیں ایسی ہیں جن سے تعلق رکھنے والے ممبران مجرمانہ شبیہ کے حامل ہیں یا ان کے خلاف عدالتوں میں فوجداری کے مقدمات درج ہیں، مثلاً جھارکھنڈ مکتی مورچہ کے اس وقت لوک سبھا میں کل پانچ ممبران ہیں اور ان میں سے ایک بھی صاف ستھرے کردار کا حامل ممبر نہیں ہے یعنی پانچوں ممبران کے خلاف فوجداری مقدمات درج ہیں۔ شیوسینا کے بارہ ممبران ہیں۔ ان میں سات ایسے ہیں جن کے خلاف فوجداری مقدمات چل رہے ہیں۔ اسی طرح نیشنلسٹ کانگریس پارٹی کے کل ۹ ممبران ہیں۔ ان میں سے پانچ کی شخصیت داغدار ہے۔ اکالی دل کے آٹھ ممبروں میں سے چار کے خلاف مقدمات درج ہیں۔ بہوجن سماج پارٹی کے ۱۹ میں سے آٹھ اسی قبیل کے ہیں۔ جنتادل (متحدہ) کے آٹھ میں سے تین، راشٹریہ جنتادل کے ۲۴ میں سے ۱۱، فارورڈ بلاک کے تین میں سے ایک، جنتادل (سیکولر) کے تین میں سے ایک، سماج وادی پارٹی کے ۳۶ میں سے گیارہ، ہندوستان کمیونسٹ پارٹی کے ۱۰ میں سے تین، ڈی ایم کے کے سولہ میں سے چار، انا ڈی ایم کے کے چار میں سے ایک، لوک جن شکتی پارٹی کے چار میں سے ایک، بھارتیہ جنتا پارٹی کے ۱۳۸ میں سے ۳۹، کانگریس کے ۱۴۵ میں سے ۲۶، مارکسی کمیونسٹ پارٹی کے ۴۳ میں سے سات اور بیجو جنتادل کے گیارہ میں سے ایک ممبر کے خلاف فوجداری کا مقدمہ چل رہا ہے۔ مقننہ کی اس حالت سے عاملہ کی حالت بہت زیادہ مختلف نہیں ہے کیونکہ ان کی لگام بھی مقننہ کے ہاتھ میں ہی ہے۔ اس سے حکومت اور ریاست کی حالت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مشرق وسطی میں قیام امن پہلے سے زیادہ مشکل ہوگیا

جس اسرائیل کی پوری سیاست ہی امن کے خلاف ہوتی کہ اسی نام پر الیکشن لڑا جائے اس سے قیام امن کی امید کیسے کی جاسکتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قیام امن میں اصل رکاوٹ کہاں سے ہے

گزشتہ دنوں اسرائیلی وزیر اعظم ایہود اولمرٹ نے جس ڈرامائی انداز میں بالکل آخری وقت میں حماس کے ساتھ امن معاہدے سے انکار کیا اس کی وجہ اگرچہ انہوں نے بتائی اور امن معاہدہ کو ۲۰۰۶ء سے مغویہ اسرائیلی فوجی گیلا دشالیت کی رہائی سے مشروط کیا لیکن مبصرین اسے اسرائیل کے انتخابی نتائج اور حکومت سازی کے لئے جوڑ توڑ کی کوشش کے تحت دیکھ رہے ہیں۔ ورنہ امریکہ کی حمایت سے مصر کی طرف سے طویل المدتی جنگ بندی کے معاہدے کے لئے کی جانے والی کوششیں بالکل آخری وقت میں ناکام ہونے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ وہ بھی اس صورت میں جب اسرائیل نے خود ہی غزہ میں تین ہفتوں کی لڑائی کے بعد جنگ بندی کے لئے پہل کرتے ہوئے یکطرفہ جنگ بندی کا اعلان کیا تھا اور اپنی افواج غزہ سے واپس بلائی تھیں۔ حماس نے اپنی طرف سے جنگ بندی کا اعلان بعد میں کیا تھا۔ دونوں طرف سے جنگ بندی کے اعلان کے بعد مصر نے اسے معاہدہ کی شکل دینے کی کوشش کی تاکہ دوبارہ لڑائی نہ ہو لیکن اسرائیل کی ہٹ دھرمی اور غیر ضروری شرط نے قیام امن پر سوالیہ نشان لگادیا۔

اسرائیل نے امن معاہدے سے انکار اس وقت کیا جب حماس کے رہنما اسامہ ہمدان نے اس سے ایک دن قبل اعتماد کے ساتھ یہ بات کہی تھی کہ ساری باتوں پر مفاہمت ہوگئی ہے اور اگلے ۴۸ گھنٹوں میں امن معاہدے کا اعلان ہوجائے گا۔ حماس کا کہنا تھا کہ ممکنہ معاہدے کے تحت اسرائیل بتدریج غزہ کی ناکہ بندی ختم کردے گا اور اس کے عوض میں حماس ڈیڑھ سال تک جنگ بندی کی پابند ہوگی لیکن جس کا اندیشہ تھا وہ ہوا۔ اسرائیل نے ایک ایسی شرط حماس کے سامنے رکھ دی جس کا حالیہ غزہ لڑائی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور حماس نے پہلے ہی واضح کردیا تھا کہ جو بھی امن معاہدہ ہوگا اس میں مغویہ اسرائیلی فوج کی رہائی پر کوئی بات چیت نہیں کی جائے گی۔ اس پر بات چیت قیدیوں کے تبادلہ کی صورت میں ہوگی۔

دراصل اسرائیل کے وزیر اعظم ایہود اولمرٹ نے اپنی کنزرویٹیو قدیمہ پارٹی کو اقتدار میں لانے کے لئے انتخابات سے قبل اور اس کے بعد بھی کئی حربے آزمائے لیکن وہ ناکام رہے۔ کرپشن کے الزام میں پھنسنے کے بعد کسی ایک نام پر اتفاق رائے نہ ہونے کے باعث اسرائیلی پارلیمنٹ کنیسٹ کے ہوئے انتخابات سے قبل مسٹر اولمرٹ نے حماس کے ساتھ جنگ بندی کی مدت ختم ہونے کا بہانہ کرکے اچانک غزہ پٹی پر جنگ تھوپ دی اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ وہ حماس کے خلاف بہت سخت موقف رکھتے ہیں پھر جنگ کے مقصد میں ناکامی کے بعد خود ہی یکطرفہ جنگ بندی کا اعلان کردیا بعد میں حماس نے بھی جنگ بندی کا اعلان کردیا لیکن جب اس نئی جنگ بندی کو پائیدار بنانے کے لئے اسے معاہدہ کی شکل دینے کی بات آئی تو آخری وقت میں ہاتھ کھینچ لیا تاکہ اس طرز عمل کو دیکھ کر اسرائیل کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں پھر سے قدیمہ پارٹی کی حمایت کرکے اسے اقتدار میں برقرار رکھیں لیکن اس میں بھی وہ ناکام رہے۔ چونکہ انتخابات میں دائیں بازو کی جماعتوں کو زیادہ نشستیں ملیں اور لیکوڈ پارٹی نے انہیں متحد کرکے حکومت سازی کا دعوی پیش کردیا اور بنجامن نیتن یاہو کو حکومت سازی کی دعوت مل گئی۔

اسرائیل میں حکومت کی تبدیلی سے کسی کو اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ خطے کے حالات بھی بدل جائیں گے حماس نے اسرائیل کے انتخابی نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی کہ اب امن کا باب بند ہوگیا۔ کیونکہ اسرائیلی انتخابات میں دائیں بازو کی تشدد پسند اور حماس وفلسطین مخالف جماعتیں کامیاب ہوئی ہیں۔ اور بائیں بازو کی جماعتوں کو شکست ہوئی ہے جن کے ذریعہ امریکہ فلسطینی ریاست کے قیام کے لئے امن معاہدہ کرانے کی کوشش کررہا تھا۔ اولمرٹ کی قدیمہ پارٹی تو پھر بھی اپنی سابقہ نشستیں برقرار رکھنے میں کامیاب رہی ہے لیکن وزیر دفاع ایہود بارک کی لیفٹ لیبر پارٹی کو شرمناک ہار ہوئی ہے بلکہ ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے قیام کے بعد سے اب تک کی سب سے خراب کارکردگی رہی ہے۔ حالانکہ اسرائیل کی آبادی میں ۵۴ لاکھ یہودی اور ۱۴ لاکھ عرب ہیں پھر بھی عربوں کو اپنی آبادی کے تناسب سے ۲۰ فیصد نشستیں نہیں ملی ہیں۔

اب کہا یہ جارہا ہے کہ اسرائیل میں دائیں بازو کی جماعتوں کی کامیابی اور حکومت سازی سے نئے امریکی صدر بارک حسین اوبامہ کو فلسطین واسرائیل کے مسئلہ کو حل کرانے میں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ فلسطینیوں کی مخالف رہی ہیں۔ بنجامن نیتن یاہو کی لیکوڈ پارٹی کو جہاں امریکہ کی طاقتور یہودی لابی کی حمایت حاصل ہے۔ حکومت سازی میں کنگ میکر کا رول ادا کرنے والی یسرائیل بائیتنو کے ایوگودورلا یبرمان اسرائیل میں موجود دس لاکھ روسی یہودیوں کا ووٹ بینک رکھتے ہیں جو زیادہ مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں آباد ہیں۔ ایوگورنہ صرف اسرائیلی عرب، فلسطینیوں اور حماس کے سخت مخالف ہیں بلکہ انہوں نے اپنی انتخابی مہم میں اس بات پر زور دیا تھا کہ عرب شہری اسرائیل سے اپنی وفاداری ثابت کریں ورنہ اسرائیل چھوڑ کر غزہ اور مغربی کنارے چلے جائیں۔ جب ایسے لوگوں کی حکومت بن رہی ہے تو اس حکومت سے قیام امن کی امید کیسے کی جاسکتی ہے۔ جو تھوڑی بہت امیدیں تھیں ایہود اولمرٹ نے اپنی حکومت کے ساتھ ہی انہیں ختم کردیا۔ ایسے حالات میں امریکہ اور یورپی ممالک امن اور فلسطینی ریاست کے قیام کا سبز باغ تو دکھا سکتے ہیں لیکن اس کو یقینی بنانا بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ اولمرٹ حکومت نے جاتے جاتے امن پر سوالیہ نشان لگادیا اور نئی حکومت میں شامل پارٹیوں کا ایجنڈا سب کے سامنے ہے۔ کوئی بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ فلسطین، حماس حتی کہ اسرائیلی عربوں کے تئیں ان کی پالیسی کیا ہوگی۔ اس سے کوئی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب اسرائیل میں انتخابات قیام امن کے خلاف لڑے جاتے ہوں تو اس سے قیام امن کی امید کیسے کی جاسکتی ہے۔ ●●

ان چہروں کو بے نقاب کرنے میں پس وپیش کیوں؟

کانگریس کے ترجمان اور مرکزی وزیر مملکت برائے امور داخلہ شکیل احمد نے بی جے پی سے آر ایس ایس کے پاکستانی انٹر سروسز انٹلی جنس (آئی ایس آئی) سے رقوم حاصل کرنے کے بارے میں وضاحت پیش کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اسٹیٹس مین (۲۱ رفروری) کے مطابق وزیر موصوف نے کانگریس کے ترجمان کی حیثیت سے الزام لگایا ہے کہ مالیگاؤں دہشت گردی کے کلیدی ملزم خود ساختہ شنکر اچاریہ دیانند پانڈے نے اپنے بیان میں اعتراف کیا ہے کہ آر ایس ایس پاکستان کی آئی ایس آئی سے رقوم وصول کرتا ہے۔ کانگریس کے ترجمان نے اس بارے میں بی جے پی سے وضاحت کرنے کے لئے کہا ہے کیونکہ بی جے پی کے لیڈر مسلسل یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ وہ آر ایس ایس سے تحریک حاصل کرتے ہیں جب کہ مالیگاؤں دہشت گردی میں ملوث دیانند پانڈے نے آر ایس ایس کے ایک ذمہ دار اندریش کمار اور اس کے جنرل سکریٹری موہن بھاگوت کا آئی ایس آئی سے دولت حاصل کرنے والوں کی حیثیت سے نام لیا ہے۔ اطلاعات یہ ہیں کہ موہن بھاگوت آر ایس ایس کے نئے سربراہ سرسنگھ چالک بنائے جاسکتے ہیں۔ وزیر موصوف نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ کیا خود بی جے پی بھی آئی ایس آئی سے رقوم وصول کرتی ہے؟ مرکزی وزیر نے یوپی اے حکومت سے اس معاملے میں گہرائی سے تفتیش وتحقیق شروع کرنے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔

آر ایس ایس اور اس کی سربراہی میں پورا سنگھ پریوار خود کو بلاشرکت غیرے دیش بھکت قرار دیتا رہا ہے۔ وہ اپنے سوا کسی کو محب وطن، ملک کا خیر خواہ ووفادار یا دیش بھکت نہیں مانتا۔ وہ دوسروں کو ملک دشمن، ملک کا غدار، غیر ملکی ایجنٹ اور ساتھ ہی ہندو دشمن کا سرٹیفکٹ دیتا رہتا ہے جب کہ بالخصوص مسلمانوں سے ملک کی آزادی اور تقسیم ہند کے وقت سے حب الوطنی کے ثبوت طلب کرتا رہتا ہے کہ مسلمانوں کو حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ ان سے لینا ضروری قرار پارہا ہے۔ مسلمانوں کو ان کے دین کو ان کے دینی نصوص قرآن وحدیث ان کے مذہبی مقامات مساجد وغیرہ اور دینی مدارس کو دہشت گرد، دہشت گردی کا منبع دہشت گردی کی تبلیغ وترغیب کرنے والے اور دہشت گردی کی نرسری قرار دے رہا ہے۔

سیکولرزم پر مبنی آئین کے نفاذ کے باوجود سنگھ پریوار کو فرقہ وارانہ منافرت، اشتعال انگیزی، فسادات، قتل وغارت گری خونریزی اور آتش زنی کی کھلی چھوٹ حاصل ہے اور یہ چھوٹ محض ۶ سال کی بی جے پی کی سربراہی والی این ڈی اے سرکار نے ہی نہیں دی مسلمانوں کو دہشت زدہ کرنے اور فسطائی طاقتوں کا خوف دکھا کر ان سے تحفظ فراہم کرنے کے وعدوں کے ساتھ ووٹ طلب کرنے والی کانگریس نے روز اول سے یہ چھوٹ دے رکھی ہے۔ جب کہ آزادی سے قبل ریاستی حکومتوں اور پھر عبوری حکومت سے لے کر ۶۲ سال کی تاریخ میں چند سال کو چھوڑ کر وہی برسراقتدار رہی اور حکومت کرتی وچلاتی رہی ہے۔ جو مسلمانوں کے ساتھ برابر کھلواڑ کرتی رہی ہے کہ انہیں وہی بچا سکتی ہے اس لئے وہ اس کے دامن میں پناہ وتلاش کریں جب کہ اپنی پناہ گاہوں میں ان کا خون بہانے کے فسطائی طاقتوں کو پورے پورے مواقع فراہم کرتی رہی ہے کہ اس کی پناہ گاہ میں آکر وہ بے بس بھی ہوجاتے تھے۔ انہیں اس کی پناہ میں اپنے دفاع کے لئے ہاتھ اٹھانے یا کوئی اور تدبیر اختیار کرنے کی بھی اجازت حاصل نہیں۔

دیانند پانڈے کے اقبالیہ بیان نے ملک کے ان غداروں غیر ملکی ایجنٹوں اور اصلی دہشت گردوں کی حقیقت سے پردے اٹھادیے ہیں۔ اب بھی مرکز میں برسراقتدار پارٹی کا وزیر بی جے پی سے وضاحت کا مطالبہ کررہا ہے اپنی ہی حکومت سے انکوائری کے لئے کہہ رہا ہے جب کہ ملک کی اندرونی سلامتی کی ذمہ داری خود اس وزیر پر عائد ہوتی ہے۔ آخر کیوں نہیں اس معاملے کی اعلیٰ سطحی غیر جانبدارانہ تحقیقات کا آغاز کیا جارہا ہے؟ ان طاقتوں کے استعماری انگریزوں کے ساتھ خفیہ تعلقات کے شواہد دنیا کے سامنے آچکے ہیں جب کہ اس کے بڑے بڑے لیڈر سامراجی انگریزوں کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے تھے ملک کے اوپر انگریزوں کی غلامی کا پھندا سخت سے سخت کرنے اور کسنے کے لئے سرگرم تھے وہ انگریزوں کے سامراج کی عمردراز کرنے کے لئے ہی ہندومہا سبھا آر ایس ایس اور دوسرے ناموں سے متحد ہوتے تھے اور ملک کے اندر چلنے والی آزادی کی تحریکوں کو کمزور کرنے میں اپنا پورا زور وتوانائی صرف کررہے تھے۔ یہی کام آج تک انجام دے رہے ہیں۔ اب برطانیہ کا سامراج ختم ہوگیا تو انہوں نے امریکہ، اسرائیل اور پاکستان سے سازباز کرلی۔ دشمن ملک طاقتوں کے اشاروں پر ملک میں افراتفری وانتشار پھیلانے کا کام کررہے ہیں آخر حکومت ان کے خلاف دہشت گردی اور بغاوت مخالف قوانین کے کارروائی نہیں کرتی کیا حکومت کی بھی اُن سے ملی بھگت ہے؟ ●●

نظریہ طاقت اور حوصلے کا سرچشمہ ہوتا ہے

محمد آصف ریاض

معروف امریکی مفکر مارک ٹوین کا ایک مشہور قول ہے: ''میدان جنگ میں جو چیز قابل غور ہے، وہ آپ کے مدمقابل کا حوصلہ اور نظریہ ہے نہ کہ اس کی طاقت وجسامت'' یہ بات بہت صحیح ہے۔ بذات خود کوئی شخص نہ کمزور ہوتا ہے اور نہ طاقتور۔ یہ اس کا نظریہ اور حوصلہ ہے جو اسے کمزور یا طاقتور بنادیتا ہے۔ نپولین ایک پتلا دبلا چھوٹے قدم کا آدمی تھا۔ لیکن حوصلے اور قوت ارادی نے اسے بہادر بنادیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار وہ اپنی فوج کو قطار بند کررہا تھا کہ اسی درمیان ایک فوجی جوان آیا اور عام فوجی سمجھ کر اس نے نپولین کے اوپر سے چھلانگ لگادی۔ نپولین کو پھلانگ کر جب وہ مڑا تو اس کی نگاہ اپنے کمانڈر پر پڑی، وہ اسے دیکھ کر وہیں گر پڑا، اور مرگیا۔ یہ نپولین کا رعب تھا جس نے اس فوجی جوان کو ہلاک کردیا۔ دنیا میں جو قومیں بھی فاتح بن کر ابھری ہیں وہ اپنے رعب اور نظریہ کے بل پر اُبھریں ہیں نہ کہ محض طاقت کے بل پر۔

مارکسزم ایک زبردست نظریہ تھا۔ اس نظریہ نے روس کو سپر پاور بنادیا تھا۔ اس نظریہ کے رہتے روس کو شکست دینا آسان نہ تھا۔ روس امریکہ کے لئے خطرہ بن چکا تھا۔ روس کو توڑنے کے لئے ضروری تھا کہ پہلے اس کے نظریہ کو توڑا جائے۔ چنانچہ امریکہ نے دھیرے دھیرے مارکسزم کو توڑنا شروع کیا۔ مارکسزم کو رد کرنے کے لئے امریکہ اور یوروپ میں لاکھوں کتابیں لکھی گئیں اور انہیں دنیا بھر میں پھیلا دیا گیا۔ جب مارکس کا نظریہ ٹوٹ گیا تو امریکہ کے لئے روس کو توڑنا آسان ہوگیا۔ مارکسزم کی موت کے بعد روس کی حالت بے روح جسم کی ہوگئی تھی۔ جس طرح جسم سے روح نکلنے کے بعد انسان زمین پر دھڑام سے گرجاتا ہے، ٹھیک اسی طرح مارکسزم کے خاتمہ کے بعد روس بھی زمین پر آگرا۔ امریکہ نے روس کو توڑنے کے لئے بڑی دانشوری سے کام لیا۔ اس نے روس سے سیدھی لڑائی سے احتراز کیا۔ اس کے برعکس اس نے افغانیوں کی ٹیم بنا کر روسیوں کے سامنے کھڑا کردیا۔ اب یہ لوگ امریکہ کے لئے لڑرہے تھے۔ امریکہ نے بڑی عقلمندی کے ساتھ اپنے آپ کو اس جنگ سے الگ تھلگ رکھا۔ وہ دنیا بھر سے نوجوانوں کو افغانستان بھیج رہا تھا اور یہ بتارہا تھا کہ آپ اسلام کے لئے لڑرہے ہیں۔ آپ جہاد کررہے ہیں، آپ مجاہد ہیں۔ امریکہ نے اپنی لڑائی کو ایک نظریہ کے طور پر مسلمانوں کے درمیان پیش کیا۔ اب روس کو افغانیوں کا سامنا نہیں تھا بلکہ اسے ایک نظریہ کا سامنا تھا۔ اب لڑائی افغان بنام روس نہیں تھی۔ بلکہ لڑائی مارکسزم بنام جہاد ازم ہوچکی تھی۔ جہادی نظریہ کی جیت ہوئی اور مارکس کا نظریہ ہار گیا۔ جہادی نظریہ کی طاقت نے مارکس کے جھوٹے نظریہ کو شکست دے دی۔ امریکہ نے روس کے خلاف جنگ میں ایک تیر سے دو شکار کئے۔ اوّل تو اس نے اپنے دیرینہ دشمن روس کو توڑنے میں کامیابی حاصل کی دوم اس نے دنیا کے سامنے جہاد کی شبیہ خراب کردی۔ اس کے بعد امریکہ نے گیارہ ستمبر کے حملہ کے بعد یکے بعد دیگرے دنیا بھر میں کئی مسلم ممالک کو روند دیا۔ خود افغانی بھی روندے گئے۔ اس کے بعد امریکہ کو یہ موقع ملا کہ وہ جہاد کا ہوا کھڑا کرکے جس مسلم ملک کے خلاف چاہے طاقت کا استعمال کرے۔ ایک موقع وہ آیا جب امریکہ نے مذہب اسلام کو پوری طرح کٹہرے میں کھڑا کردیا لیکن چونکہ اسلام کا نظریہ اتنا مضبوط تھا کہ امریکہ ہزار کوششوں کے باوجود اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا۔

چنانچہ جس وقت امریکہ پوری دنیا میں مسلمانوں کو گھیر رہا تھا ٹھیک اسی وقت یوروپ اور امریکہ میں لوگ اسلام کے دامن میں پناہ لے رہے تھے۔ بلاشبہ امریکہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہوگیا لیکن وہ اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا۔ اس لئے کہ اسلام کے پاس وہ ٹھوس نظریہ تھا جسے شکست نہیں دی جاسکتی تھی۔ ٹھیک کہا گیا ہے کہ کوئی شخص بذات خود نہ مضبوط ہوتا ہے اور نہ کمزور۔ یہ اس کا نظریہ ہے جو اسے کمزور یا طاقتور بنادیتا ہے۔ قرآن شریف کی سورۂ توبہ میں اسی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اگر تم میں سے سو لوگ ثابت قدم رہیں تو وہ ہزار لوگوں پر غالب آجائیں گے۔ ایسا اس لئے ہے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ ''وہ سمجھ نہیں رکھتے'' کے معنی یہ ہیں کہ ان کے پاس کوئی حقیقی نظریہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے جن کے پاس نظریہ نہیں ہوگا ان کے پاس طاقت بھی نہیں ہوگی، اس لئے کہ نظریہ ہی طاقت اور حوصلے کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ ●●

مودی کی ریاست میں مسلم ڈائریکٹر جنرل آف پولیس

احمد آباد- حکومت گجرات نے ۲۰۰۲ء فسادات کے سلسلہ میں تنازعات میں گھرے پولیس ڈائریکٹر جنرل پی سی پانڈے کا تبادلہ کردیا۔ پچھلے اسمبلی الیکشن میں بھی ان کی غیر جانبداری پر سوالات اٹھنے کے بعد الیکشن کمیشن کی ہدایت پر ان کا تبادلہ کردیا گیا۔ اس بار ریاستی حکومت نے الیکشن کمیشن کی ہدایت کا انتظار کئے بغیر ہی ان کا تبادلہ کرکے حیرت انگیز طور پر ریاست کی ۵۰ سالہ تاریخ میں دوسری بار ایک مسلم آئی پی ایس آفیسر شبیر حسین شیخ آدم کھنڈوا والا کو ڈائریکٹر جنرل آف پولیس بنایا ہے۔ وزیر اعلیٰ دفتر کے ذرائع کے مطابق احمد آباد کے پولیس کمشنر او پی ماتھر کا بھی تبادلہ کردیا گیا۔ واضح رہے کہ گجرات کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی کے پاس وزارت داخلہ بھی ہے ان کے اس قدم کو اپنی امیج سیکولر بنانے کی کوشش سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ لیکن ریاست کے عام مسلمان خصوصاً سنی مسلمان اسے ایک پرفریب قدم مان رہے ہیں کیونکہ شبیر کھنڈوا والا ایک بوہرہ شیعہ مسلمان ہیں اور گزشتہ انتخابات میں بوہرہ اور شیعہ کمیونٹی کے لوگوں نے بی جے پی کی حمایت کی تھی۔ یہ ایک طرح سے ان کی حمایت اور ووٹ کا صلہ اور دنیا کو فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش ہے۔

گجرات کے فسادات میں انتظامیہ کے رول کا اعتراف

احمد آباد- آخرکار حکومت گجرات نے ۲۰۰۲ء کے فرقہ وارانہ فسادات میں انتظامیہ کے رول کا اعتراف کرلیا۔ ریاستی وزیر مایا کوڈنانی کے معاملہ میں اس نے ہائی کورٹ میں جو حلف نامہ داخل کیا ہے اس میں صاف صاف کہا ہے کہ کوڈنانی نہ صرف ۲۰۰۲ء کے فسادات میں ملوث تھیں بلکہ انہوں نے نرودہ میں دس سے پندرہ ہزار فسادیوں کی بھیڑ کی قیادت کی تھی۔ بلوائیوں کے جذبات کو بھڑکایا تھا۔ ان میں ہتھیار تقسیم کئے تھے اور اپنی پستول سے گولی بھی چلائی تھی۔ نرودہ میں ۹۵ مسلمان مارے گئے تھے۔ دراصل ریاستی حکومت نے یہ موقف اس وقت اختیار کیا جب سپریم کورٹ کی طرف سے تشکیل دی گئی خصوصی تفتیشی ٹیم نے اپنی تحقیقات کی روشنی میں ریاستی حکومت سے نچلی عدالت کے اس فیصلہ کو ہائی کورٹ میں چیلنج کرنے کی اجازت مانگی جس کے تحت کوڈنانی کو عبوری ضمانت دے کر ان سے پوچھ گچھ اور ان کی گرفتاری پر روک لگادی گئی تھی۔ گجرات فساد کے وقت کوڈنانی کودھرا سے بی جے پی کی ممبر اسمبلی تھیں۔

فکر معاصر

اقلیتی اُمور کی وزارت

وزیرخزانہ پرنب مکھرجی نے لوک سبھا میں عبوری بجٹ پیش کردیا ہے، جس میں انہوں نے سابقہ رجحان کو برقرار رکھتے ہوئے ان اسکیموں پر توجہ مبذول کی ہے جو حکومت کی دانست میں عام آدمی سے براہ راست وابستہ ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اس بجٹ میں نہ تو ٹیکس دہندگان کو راحت دینے کی کوشش کی گئی ہے اور نہ ہی کساد بازاری کی صورتحال سے نمٹنے کے لئے خاص اقدامات کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس کے پیچھے پرنب مکھرجی کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ یہ عبوری بجٹ ہے اس لئے عام انتخابات کے بعد مرکز میں تشکیل پانے والی نئی حکومت ہی یہ فیصلہ کرپائے گی کہ آیا ٹیکس کی شرح میں کچھ کمی کی جائے یا نہیں۔ پرنب مکھرجی نے اس عبوری بجٹ میں اقدامات کے اعلان کے بجائے زیادہ تر حکومت کی گزشتہ حصولیابیوں کا ذکر کیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ حکومت ملک کی اقتصادی صورتحال کے پس منظر میں فی الوقت کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے کو تیار نہیں ہے۔ تاہم اس بجٹ میں پرنب مکھرجی نے اقلیتوں کی فلاح وبہبود کے لئے مختص فنڈ میں تین کروڑ روپے کا اضافہ کیا ہے۔ دراصل یہی بات بجٹ کا اصل موضوع ہے۔ ملک میں اقلیتوں کی ترقی کے بلندوبانگ دعووں کے باوجود متحدہ ترقی پسند محاذ حکومت عملی سطح پر اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے لئے کچھ بھی کرنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ وزیرخزانہ پرنب مکھرجی نے اقلیتوں کی فلاح وبہبود سے متعلق جس فنڈ میں تین کروڑ روپے کا اضافہ کیا ہے اس فنڈ کی حالت یہ ہے کہ ابھی تک اس سے ۴۰ فیصد رقم کو کسی استعمال میں ہی نہیں لایا گیا ہے۔ حکومت نے اقلیتی امور سے متعلق وزارت قائم کی تھی وہ محض عضو معطل کے طور پر کام کرتی رہی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس وزارت کو گزشتہ سال 10,013.83 کروڑ روپے مختص کئے گئے تھے لیکن اس نے صرف 664.38 کروڑ روپے ہی صرف کئے۔ اقلیتی امور کی وزارت کے تحت ۱۰ویں کے بعد اسکالرشپ اور تکنیکی وپیشہ وارانہ کورسز کے لئے اسکالرشپ کے لئے مختص فنڈ میں بھی کمی کردی ہے۔ دسویں کے بعد اسکالر شپ فنڈ کو 88.43 کروڑ سے گھٹا کر 75.25 کروڑ روپے کردیئے ہیں، جب کہ دسویں سے قبل کی اسکالرشپ کو 75.72 کروڑ سے بڑھا کر 82.30 کروڑ روپے کردیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ مولانا آزاد ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے لئے فنڈ کو 60 کروڑ سے بڑھا کر 65 کروڑ روپے کردیا گیا۔ لیکن بنیادی سوال یہ ہے کہ اقلیتی امور کی وزارت گزشتہ سال میں مختص رقم کو استعمال کرنے میں ناکام کیوں رہی ہے؟ جس وزارت کا قیام ہی اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے عمل میں لایا گیا تھا بالآخر وہی وزارت اقلیتوں کی فلاح وبہبود کی اسکیموں پر رقم صرف کرنے میں ناکام رہی ہے۔ گرچہ اقلیتی امور کی وزارت نے اس کا الزام ریاستوں کے سرمنڈھ دیا ہے کہ اس نے متعدد فلاحی اسکیموں کے متعلق درخواستیں وقت پر جمع نہیں کیں لیکن اس کے باوجود سوال کیا جاسکتا ہے کہ خود وزارت کیا کررہی تھی۔ وزیراعظم منموہن سنگھ نے اپنے پندرہ نکاتی پروگرام میں اقلیتوں کی فلاح وبہبود کے لئے جو وعدہ کئے تھے وہ کتنے پورے ہوئے ہیں اس کا جائزہ لئے جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اقلیتی طلباء کے لئے اسکالرشپ اسکیم کے علاوہ کوئی دیگر فائدہ سامنے نظر نہیں آرہا ہے۔ اقلیتی آبادی کے غلبہ والے اضلاع ابھی اسکول اسپتال اور بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ بنک سے قرض اور دیگر سہولت کے معاملے میں مسلمان اب بھی انہی مسائل کا شکار ہیں جو کہ وہ وزیراعظم کے ذریعہ کئے گئے وعدے سے قبل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کی میعاد میں دو ماہ رہ جانے کے بعد اب پھر وہی سوالات کئے جاسکتے ہیں کہ کیا وزیراعظم کا ۱۵ نکاتی پروگرام یا پھر اقلیتوں کی فلاح وبہبود کے لئے علاحدہ وزارت کے قیام سے مسلمانوں کی حالت میں تبدیلی آئی؟ ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت نے سچر کمیٹی کی رپورٹ منظر عام پر آنے کے بعد مسلمانوں کی تعلیمی اور معاشی پسماندگی کو دور کرنے کے جو اقدامات تجویز کئے تھے اور جس مقصد کے تحت وزارت اقلیتی بہبود کا قیام عمل میں لایا گیا تھا اس کا محاسبہ کیا جائے۔ (جدید خبر، نئی دہلی)

ترکی کے احتجاج نے عالمی صہیونیت کو خوفزدہ کردیا

صبا ممتاز

◎

کسی بھی قوم کی سربلندی میں اس کی قیادت کا کردار سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ بلند حوصلہ، جواں ہمت عزائم، چٹانوں، کی سی سختی اور باطل کے سامنے ڈٹ جانے والے رہنما نہ صرف تاریخ میں خود زندہ رہتے ہیں بلکہ اپنی قوم کا سر بھی فخر سے بلند کرجاتے ہیں۔ سوئٹزر لینڈ کے خوبصورت شہر ڈیووس میں منعقدہ عالمی اقتصادی فورم میں ترکی کے وزیر اعظم طیب اردگان کی غزہ پر اسرائیلیوں کی جارحیت اور مظالم پر شدید مذمت اور بھرپور احتجاج نے اظہار جرأت کی تاریخی مثال رقم کی ہے۔ ترکی کے وزیراعظم طیب اردگان کے احتجاج نے ثابت کردیا ہے کہ مسلمان قوم کے اندر سے ایمانیت اور غیرت کو ختم کرنا ممکن نہیں۔ ڈیووس میں عالمی اقتصادی فورم کے موقع پر اسرائیلی صدر شمعون پیریز نے اپنی تقریر کے دوران فلسطین پر اسرائیل کی جارحیت کو جائز قرار دیا تو ترکی کے وزیراعظم طیب اردگان نے اس پر شدید احتجاج کیا۔ طیب اردگان کی حکومت روز اول سے ہی ترکی کی عزت وشرف بحال کرنے میں لگی ہوئی ہے اور مسلم کاز کے لئے ملکی قانون کے دائرے میں رہ کر کام کررہی ہے۔

ڈیووس میں ورلڈ اکنامک فورم (عالمی اقتصادی فورم) کے اجلاس گزشتہ ۲۸ برس سے منعقد ہورہے ہیں جس میں ہر سال عالمی رہنما اکٹھے ہوتے ہیں اور عالمی اقتصادی فورم پر اظہار رائے کرتے ہیں۔ اس دفعہ بھی یہ اجتماع ہوا مگر توقعات سے ہٹ کر۔ ایک واقعہ نے اس اجلاس کو موضوع سخن بنادیا جو کہ اپنے روایتی موضوعات کو لے کر وہ کبھی نہ بن پاتا۔ اسرائیلی صدر شمعون پیریز کے فلسطینیوں پر جارحیت کو جائز قرار دینے پر طیب اردگان نے اپنی تقریر میں شدید احتجاج کیا۔ ترک وزیراعظم نے فلسطینیوں پر مظالم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اپنی تقریر جاری رکھنے کی کوشش کی تو وقت کی کمی کا بہانہ کرکے انہیں تقریر سے روک دیا گیا۔ اسرائیلی صدر کے ۲۵ منٹ کے مقابلے میں ترک وزیراعظم کو صرف ۱۲ سے ۱۵ منٹ دینا صریحا بددیانتی تھی تاکہ وہ اسرائیل کے مظالم کا پردہ چاک نہ کریں اور ایک عالمی فورم پر ان کی بازگشت پوری دنیا میں سنی نہ جاسکے۔ رجب طیب اردگان نے بھرپور جوش وجذبے سے اسرائیلی صدر سے کہا کہ غزہ میں بہت سے انسانوں کا خون بہایا گیا ہے اور انہیں یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ لوگ اسرائیل کی اس فوج کشی کے جواز پر تالیاں بھی بجاسکتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں طیب اردگان نے تلخ لہجے میں یہ بھی کہا کہ ''مجھے لگتا ہے کہ آپ شاید اپنا احساس جرم مٹانے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کررہے ہیں اور وہ بھی بلند آواز میں، مگر آپ نے لوگوں کو ہلاک کیا اور میں ان بچوں کو یاد کررہا ہوں جنہیں ساحل کے قریب ماردیا گیا۔''

طیب اردگان کی تقریر کو درمیان میں روک دیا گیا، جس پر انہوں نے اس فورم کا مستقل واک آوٹ کرنے کا اعلان کیا اور عالمی اقتصادی فورم سے انتہائی غصے میں اٹھ کر چلے گئے۔

کسی عالمی فورم میں اس سے پہلے بھی ایسا منظر دیکھنے میں نہیں آیا۔ اپنے رویے کی وضاحت کرتے ہوئے بعد میں ترکی کے وزیر اعظم طیب اردگان نے کہا کہ وہ اسرائیلی صدر کا احترام کرتے ہیں اور ان کی عمر کا بھی جس کی وجہ سے وہ ان پر چیخے نہیں مگر وہ جو کچھ کہہ رہے تھے وہ سچ سے کوسوں دور تھا۔

ترکی کا شمار اسرائیل کے دوست ممالک میں ہوتا ہے۔ دونوں ممالک کے روابط اور دیرینہ تعلقات ماضی سے وابستہ ہیں، گزشتہ چند سال سے ان دونوں ممالک کے تعلقات میں کشیدگی پائی جاتی ہے۔ ترک وزیراعظم جب احتجاجاً ڈائس سے اٹھ کر گئے تو انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ آئندہ کبھی ڈیووس نہیں آئیں گے۔ ترک وزیراعظم نے اپنے جرأت مندانہ اور مبنی برحق موقف کے ذریعہ عالم اسلام کے دیگر رہنماؤں کو بھی اس روش پر چلنے کی تلقین کی ہے۔ ترک وزیراعظم کے رویے نے ثابت کردیا ہے کہ مغربیت کی چھاپ، برسوں کی سیکولر اور فوجی آمریت کے باوجود ترکی کے مسلمانوں میں اسلامی حمیت وغیرت کا جذبہ آج بھی زندہ ہے۔ ترکی میں قائم خلافت عثمانیہ اپنی تمام تر خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود مسلمانان عالم کے اتحاد کی علامت تھی جسے مغربی طاقتوں نے ختم کردیا اور وہاں لادینی حکومت قائم کی۔ یہی وجہ ہے کہ ترکی پر مغربیت کی چھاپ ہے اور اسے یورپی ممالک کے قریب اور غیر اسلامی رویوں کا امین کہا جاتا ہے، لیکن طویل عرصے اور جدوجہد کے بعد ترکی میں اسلام پسندوں کی حکومت قائم ہوئی۔ اسلام پسندوں کی یہ موجودہ حکومت اہل مغرب کو بری طرح کھٹک رہی ہے کیونکہ اسلام پسندوں کے ترکی پر غلبے کے بعد ترکی میں مغربیت اور لادینیت کی بجائے اسلام پرستی کو فروغ حاصل ہورہا ہے۔ موجودہ حکومت کے اسلام سے تعلق نے اہل مغرب کو پریشان کررکھا ہے۔

عالمی اقتصادی فورم میں اپنے موقع کو جرأت مندانہ انداز میں بیان کرنے کے بعد جب طیب اردگان وطن واپس پہنچے تو دارالحکومت استنبول میں ان کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ استنبول کے ہوائی اڈے پر ہزاروں کے ہجوم نے جو فلسطینی اور ترکی پرچم اٹھائے ہوئے تھے اپنے وزیراعظم کا شاندار استقبال کرکے ثابت کردیا کہ طیب اردگان نے جو بھی کیا ترکی کے عوام اس پر بہت خوش ہیں۔ ہجوم نے وزیراعظم کے حق میں ''ترکی آپ کے ساتھ ہے'' اور ''دنیا کے نئے رہنما'' جیسے نعرے لگائے۔ اسرائیل کے مظالم پر ترکی میں کافی شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے۔ درحقیقت ترکی کے عوام کا اپنے وزیراعظم کا والہانہ استقبال پورے عالم اسلام کے عوام کی دل کی آواز تھا۔ فلسطینیوں کی پُرزور تائید وحمایت کے ذریعہ ترکی نے عالم اسلام اور اسلام مخالف قوتوں کو سبق دیا ہے کہ ظلم کبھی چھپ نہیں سکتا اور نہ ہی اسے جائز ثابت کرنے کی کوشش کو تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

غزہ پر حملے سے صرف چار دن قبل صہیونی وزیراعظم ایہود اولمرٹ نے ترکی کا دورہ کیا تھا اور دنیا کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی کہ ترکی بھی غزہ پر حملے کا حامی ہے اور اس نے اس حملے کے لئے اشارہ دے دیا ہے۔ طیب اردگان کے رویے نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ترکی غزہ پر حملے کے بھیانک جرم پر ہرگز اس کا حمایتی نہیں تھا۔ اپنے دورے میں اولمرٹ کی ترکی کے رہنماؤں سے شام کے حوالے سے مذاکرات آگے بڑھانے پر زیادہ بات چیت ہوئی تھی، مگر اولمرٹ نے ترکی کو غزہ پر حملے کی تائید کرنے والا ثابت کیا، جب کہ ترکی غزہ پر حملے کا سخت مخالف تھا اور ترک رہنماؤں نے اولمرٹ سے دوران ملاقات اپنا موقف واضح بھی کردیا تھا۔ رپورٹس کے مطابق اولمرٹ نے طیب اردگان سے وعدہ کیا تھا کہ ان کا غزہ کے خلاف فوجی کارروائی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں، مگر ابھی زیادہ وقت بھی نہیں گزرا تھا کہ اولمرٹ نے غزہ پر حملہ شروع کردیا۔ اس اقدام سے ترک حکومت کو واضح ہوگیا کہ ایہود اولمرٹ کا دورہ اسرائیل کی جانب سے غزہ کے خلاف کارروائی کو صیغہ راز میں رکھنے اور دنیا کو ترکی سے متعلق گمراہ کرنے کے لئے تھا۔

اسرائیلی وزیراعظم ایہود اولمرٹ نے ۲۷ر دسمبر ۲۰۰۸ء کو غزہ پر حملہ شروع کیا جب کہ اس سے صرف چار دن قبل انہوں نے ترکی کا دورہ کیا تھا۔ حملہ شروع کرنے سے عین قبل اسرائیلی خاتون وزیر خارجہ زپی لیونی نے مصر کا دورہ کیا۔ اس طرح ان دونوں ممالک کے دوروں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ ترکی اور مصر کی تائید حاصل کرلی گئی ہے۔ لیکن اس معاملے میں ترکی اور مصر کو ایک ساتھ کھڑا اس لئے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قاہرہ کے دورے کے دوران زپی لیونی نے حماس کو جڑ سے اکھاڑ دینے کا برملا اعلان کیا تھا۔ مصر کی جانب سے اسرائیل کی حمایت کا ثبوت صدر حسنی مبارک کے بیانات سے بھی واضح ہوگیا مگر دورہ ترکی کے دوران ایہود اولمرٹ نے اردگان سے غزہ کے خلاف فوجی کارروائی نہ کرنے کا وعدہ کیا، کیونکہ اسرائیل کو ترکی کی جانب سے یہ باور کرادیا گیا تھا کہ ترکی غزہ پر حملہ برداشت نہیں کرے گا۔ اسرائیل کی جنگجویانہ کارروائیوں اور انسانیت سوز مظالم کے خلاف ترکی کا موقف کوئی نیا نہیں ہے۔ ترکی کا موقف اخلاقی اور اصولی ہے جو کہ سیاسی فوائد سے بالاتر ہے، اس سے پہلے جنین کے قتل عام کے موقع پر بھی اس کی جانب سے سخت ردعمل سامنے آیا تھا۔ ترک نیشنل سکیورٹی کونسل نے ۳ر دسمبر کو اسرائیل سے سخت الفاظ میں مطالبہ کیا کہ وہ غزہ پر حملوں کو روکے اور معاملے کو مذاکرات کی میز پر لائے۔ غزہ میں قتل عام کو روکنے، رفع کراسنگ کے بشمول ساری سرحدی چوکیاں کھولنے، انسانی امداد غزہ پہنچانے، دیگر مسائل کو حل کرنے اور فلسطین میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے ترکی نے پوری سرگرمی کے ساتھ کوشش کی۔

اسرائیل نے غزہ پر کارروائی کے لئے ذمہ دار حماس کو ٹھہرایا مگر حماس کو لے کر کیا اسرائیل کی اس قتل وغارت گری کو تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ خاص طور پر ترکی میں برسراقتدار ''جسٹس اینڈ ڈولپمنٹ پارٹی'' کے ساتھ حماس کے گہرے روابط ہیں۔

ترکی کے یہودی قوم پر بے پناہ احسانات ہیں۔ ترکی کا یہودیوں پر مہربانیوں اور نوازشات کا یہ سلسلہ ایک ہزار سال سے جاری ہے۔ جب اسپین کے عیسائیوں نے یہودیوں کو جلا وطن کیا تو یہ ترکی (دولت عثمانیہ) ہی تھا جس نے ڈیڑھ لاکھ مہاجر یہودیوں کو قسطنطنیہ میں پناہ دی۔ اس وقت اسپین میں انہیں یہ کہا گیا تھا کہ وہ عیسائیت کو قبول کرلیں یا پھر ملک سے نکل جائیں۔ دھتکارے جانے والے یہودیوں کو ترکی نے پناہ دے کر انہیں مذہبی عقیدے سے روگردانی کے خوف سے نجات دی۔ جنگ عظیم دوم کے دوران جب ہٹلر نے جرمنی کے یہودیوں کا ناطقہ بند کردیا تو ترکی نے جرمنی سے فرار ہونے والے یہودیوں کو راہداری کی تمام سہولتیں فراہم کیں۔ اس کے برعکس یہودیوں نے ترکی میں زیرزمین رہ کر اسرائیل کو تخلیق کرنے کے منصوبے بنائے۔ ترکی پہلا اسلامی ملک ہے جس نے ۲۸ر مارچ ۱۹۴۹ء کو اسرائیل کو تسلیم کیا تھا۔ دونوں ممالک کے درمیان گزشتہ چھ عشروں سے سفارتی، فوجی، اقتصادی، تجارتی اور حربی تعلقات قائم ہیں۔

۲۰۰۷ء میں ترکی دنیا بھر میں اسرائیل کا آٹھواں بڑا ٹریڈ پارٹنر بنا جب کہ دسمبر ۲۰۰۸ء میں اسرائیل اور ترکی کے درمیان پانچ ارب ڈالر کی دوطرفہ تجارت ہوئی۔ اسرائیل اور ترکی کی مشترکہ بحری مشقیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ حال ہی میں دونوں ممالک میں ایک معاہدہ طے پایا ہے جس کے مطابق اسرائیل کو تازہ اور میٹھے پانی کی فراہمی کے لئے ترکی ایک بہت بڑی پائپ لائن بچھا رہا ہے۔ صرف یہی نہیں، بجلی، گیس اور تیل بھی ترکی ہی اسرائیل کو فراہم کررہا ہے۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں واضح رہے کہ ترک معیشت کا بہت بڑا حصہ اسرائیل پر منحصر ہے۔

ترکی اور یہودیوں کے تعلقات کا پس منظر خلافت عثمانیہ سے چلا آرہا ہے۔ مملکت اسرائیل کو تسلیم کرنے کے بعد اگلے چالیس برس تک دونوں ممالک کے درمیان تعلقات رکی رہے۔ لیکن شام، ایران اور عراق سے تعلقات کی سردمہری نے ترکی اور اسرائیل کو ایک دوسرے سے خاصا قریب کردیا۔

ترکی کے جنوبی ہمسائے شام کا ترک صوبے ہاتے پر ملکیت کا دعویٰ تھا۔ دجلہ اور فرات کے پانی کی تقسیم کے معاملے پر ترکی کے شام اور عراق سے تعلقات کشیدہ ہوگئے۔ شام اور عراق نے ترکی میں جاری کردہ علاحدگی پسند تحریک کی حمایت بھی کی۔ کرد رہنما عبداللہ اوجلان شام میں رہتے تھے، جب کہ شمالی عراق میں کرد باغی پناہ حاصل کرتے۔ انقلاب ایران کے بعد سیکولر ترکی کے ایران سے بھی تعلقات شکوک وبدظنی سے عبارت رہے۔ سوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد آزاد وسطی ایشیائی ریاستوں میں اثرونفوذ کی دوڑ نے بھی ترکی اور ایران کے تعلقات کو مزید سردمہری کی جانب دھکیل دیا۔ دوسری جانب اسرائیل بھی شام، صدام حسین کے عراق اور اسلامی ایران کو اپنا دشمن گردانتا رہا ہے۔ ان تینوں ممالک کے ساتھ سرد تعلقات نے ترکی اور اسرائیل کو قریب کردیا جس کے پیچھے دشمن کا دشمن ہمارا دوست کا فارمولا کام کررہا تھا۔ ترکی اور اسرائیل ۱۹۹۷ء سے قریبی فوجی اور اقتصادی تعاون میں بندھے ہیں۔ دونوں ممالک کی فضائیہ اور بحریہ مشترکہ مشقیں کرتی ہیں۔ اسرائیل ترک طیاروں اور ٹینکوں کے لئے دیکھ بھال، فاضل پرزوں اور اَپ گریڈنگ کی سہولتیں بھی فراہم کرتا ہے۔ اسرائیل کو ایران، شام اور عراق سے ملنے والی سرحدوں پر سراغ رسانی کی سہولتیں ترکی کی وجہ سے ہی حاصل ہیں۔ ترکی میں یہودیوں کی کثیر تعداد آباد ہے۔ یہودی آبادی کا ترکی کی سیاحت، بینکاری اور تجارت میں خاصا عمل دخل ہے۔

●●

اعلیٰ تعلیمی انقلاب سے ہم ہی کیوں محروم؟

ڈاکٹر احمد سجاد، طارق منزل 2K/3، بریاتو ہاؤسنگ کالونی رانچی ۹

◎

ایک ایسے دور میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور قول ''گود سے گور تک علم حاصل کرو'' کو عملی جامہ پہنانے یعنی تاحیات حصول علم (Life Long Learning) کا وقت آچکا ہے۔ کیونکہ روایتی کے ساتھ فاصلاتی اور آن لائن تعلیمی نظام ۲۱ویں صدی کا سب سے تیز رفتار ترقی یافتہ نظام تعلیم بن چکا ہے۔ دنیا کی ۲۵ فیصد تعلیمی ترقی اب اس جدید نظام کے تحت جاری وساری ہے۔ یعنی اب ہر شخص تاحیات علم حاصل کرسکتا ہے۔ واضح ہو کہ موجودہ علمی دھماکے (Knowledge Explosion) نے کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ٹی وی، موبائل، گیان درشن کے چار چار چینل، ریڈیو نیز ایف ایم وغیرہ کے ذریعہ نہایت سستی مگر معیاری، اعلیٰ اور تکنیکی تعلیم گھر بیٹھے کم خرچ میں ہر طرح کی سہولتوں کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم کردیا ہے چنانچہ دنیا صد فیصد عمومی خواندگی سے آئے صد فیصد اعلیٰ تعلیم کے حصول میں لگ چکی ہے ہمارے ملک میں بعض کمزوریوں کے باوجود اگلے دس برسوں میں اعلیٰ تعلیم کو چارگنا ترقی دینے کا نشانہ مقرر کیا جاچکا ہے اور اس کے لئے فضا میں ایڈوسیٹ وغیرہ کو داغ کر تمام وسائل بھی مہیا کردیئے گئے ہیں جن سے ملک کے طول وعرض میں لوگ بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اتنا ہی نہیں افریقہ اور ایشیا کے متعدد ممالک بھی ہمارے تعلیمی وسائل سے خوب استفادہ کررہے ہیں۔ کیونکہ اب ہر قوم کی ترقی کی شاہ کلید (Master Key) اعلیٰ تعلیم ہی بن چکی ہے۔ معاملہ سماجی، معاشی، اور سیاسی ترقی ہی کا کیوں نہ ہو ہزار سہولتیں مہیا کردی جائیں، اعلیٰ تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی اور خوشحالی حاصل نہیں کرسکتی۔ مگر انسانیت اور مسلم دشمن قوتوں نے آئے دن ساری دنیا کی طرح اپنے ملک میں بھی وحشت ودہشت کا ایک ایسا ماحول کررکھا ہے کہ عصری اعلیٰ تعلیم سہولتوں اور ان سے استفادہ کی طرف مسلمان متوجہ ہی نہ ہوسکیں۔

لہٰذا اب سچر کمیٹی رپورٹ، ریزرویشن اور دیگر مسائل کے ماتم سے زیادہ ملت اسلامیہ کو موجودہ حاصل شدہ اعلیٰ تعلیمی سہولتوں کے حصول میں اپنا پورا زور صرف کردینا چاہئے۔ مشکل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سماجی وسیاسی طبقہ موجودہ تعلیمی سہولتوں کی تفصیلات سے واقف نہیں تو بیچارے عام مسلمانوں کو اس کی کیا خبر؟ جیسا کہ عرض کیا گیا ہے ان دنوں روایتی طریقہ تعلیم کے علاوہ فاصلاتی اور آن لائن ذریعہ تعلیم نے ساری دنیا میں علم کا سیلاب بہادیا ہے جس سے ۸۰ کروڑ طلباء کو ۳۵ لاکھ اساتذہ پرائمری سے اعلیٰ تعلیم تک فیض پہنچارہے ہیں۔ خود اپنے ملک میں نالج کمیشن کی سفارش پر حکومت وقت نے ۴۱۵ یونیورسٹیوں کی تعداد کو چارگنا بڑھا کر دس برس کے اندر ۱۵۰۰ تک پہنچانے کا فیصلہ کرلیا۔ اگلے پنج سالہ منصوبہ تک سالانہ گیارہ فیصد کے اضافی داخلوں کے ذریعہ ملک بھر کے کالجوں میں طلباء کی موجودہ تعداد ایک کروڑ پندرہ لاکھ کو دو کروڑ ۷۰ لاکھ تک پہنچانا ہے۔ سرکاری منصوبہ یہ ہے کہ محض چند برسوں میں ۸ نئے IITs، ۷/IIMs، ۵/IISERs، ۲/SPAs، ۱۰/NITs، ۲۰/IIITs، ۵۰ عدد سنٹرز فار ٹریننگ اینڈ ریسرچ ان فرنٹیر آریا (Centers for Traning and Research in frontier Areas) قائم کرلئے جائیں گے۔ اس اعتبار سے ریسرچ فیلوشپ میں ۸۰۰ کروڑ روپے کا اور اسپیشل گرانٹ ہیڈ میں ۱۵۰۰ کروڑ روپے، کا مزید اضافہ کردیا گیا ہے۔ فاصلاتی تعلیمی ذرائع میں IGNOU' NIOS وغیرہ کے علاوہ اُردو آبادی کے لئے MANUU (مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی) کے ذریعہ اعلیٰ سے اعلیٰ سستی مگر معیاری تعلیم کے حصول کا دائرہ ہر روز وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ اس وقت MANUU نے ۱۳ ریجنل سنٹر زیا ڈیڑھ سو ۱۵۰ اسٹڈی سنٹروں میں تقریباً دو لاکھ طلبا کو اعلیٰ اور پیشہ ورانہ علوم سے مالا مال کرنا شروع کردیا ہے۔

(۱) ڈپلومان جرنلزم اینڈ ماس کیمونیکیشن
(۲) ایم-اے (انگلش)
(۳) ایم-اے (ہسٹری)
(۴) ایم-اے (اُردو)
(۵) بی-اے
(۶) بی-کام
(۷) سرٹیفکیٹ ان ٹیچ انگلش
(۸) سرٹیفکیٹ ان فوڈ اینڈ نیوٹریشن
(۹) سرٹیفکیٹ ان فنکشنل انگلش
(۱۰) سرٹیفکیٹ ان پروفیشی انسی ان اُردو تھرو انگلش اینڈ ہندی۔
(۱۱) کمپیوٹر
(۱۲) بی ایڈ وغیرہ۔

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی فاصلاتی تعلیم میں رائج مندرجہ ذیل اہم خصوصیات کی حامل ہے: (۱) داخلہ آسان اور کفایتی (۲) تعلیم آپ کے مقام پر، آپ کی فرصت اور وقت کے مطابق (۳) کورس کی تیاری میں ہمہ جہت ذرائع ابلاغ کا استعمال (۴) خود تدریسی مطبوعہ مواد (کورس بک) اور آڈیو، ویڈیو کی بروقت فراہمی۔ (۵) طلباء کو تمام ممکنہ معلومات اور سہولیات بہم پہنچانے کی کوشش (۶) اس پروگرام کے تحت فاصلاتی طرز پر دوسالہ بی-جی تین سالہ ڈگری ایک سالہ ڈپلومہ اور چھ ماہی سرٹیفکیٹ کورسوں کو مکمل کرنے کے لئے طلباء کو متعینہ وقت سے دوگنا وقت تک کی چھوٹ دی جاتی ہے۔ (۷) اس یونیورسٹی کی جانب سے دیئے جانے والے سرٹیفکیٹ، ڈپلوما اور ڈگریاں ملک کی دیگر یونیورسٹیوں کے سرٹیفکیٹ، ڈپلومہ اور ڈگریوں کی طرح منظور شدہ ہیں۔ (۸) تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ ہے۔

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے تحت ۹ر جنوری ۱۹۹۸ء کو ایک سنٹر یونیورسٹی کی حیثیت حیدر آباد میں قائم ہوئی ایک قومی یا سنٹرل یونیورسٹی ہے۔ قومی یونیورسٹی ہونے کے باعث یہ وزارت فروغ انسانی وسائل کے محکمۂ تعلیمات اور یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کے تحت کام کرتی ہے۔ صدر جمہوریہ ہند اس یونیورسٹی کی وزیٹر (Visitor) اور پدم بھوشن پروفیسر عبید صدیقی چانسلر ہیں۔

راقم الحروف کے قائم کردہ تعلیمی وفلاحی رجسٹرڈ ٹرسٹ ''مرکز ادب وسائنس'' رانچی کے زیر اہتمام (Online ODL Distance Mode of Learning) کے علاوہ عصری تعلیمی مسائل پر مسلسل قومی سیمینار اور ورک شاپ پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ ان علمی پروگراموں کے علاوہ اب اس ٹرسٹ نے MANUU کے بی ایڈ کے علاوہ مذکورہ بالا کورسز کے لئے ایک اسٹڈی سنٹر کے قیام کی پیش رفت بھی کردی ہے اس لئے خاکسار کا عملی مشورہ یہ ہے کہ جدید تعلیمی رجحانات کے پیش نظر جن لوگوں کو ملک وملت کی تعلیمی اور معاشی خوشحالی کی فکر ہے وہ پہلی فرصت میں ہم خیال افراد اور اداروں کے ساتھ کسی مقام پر سرجوڑ کر بیٹھیں اور دینی تعلیمی کونسل کی طرح، جدید اور تکنیکی وعمومی اعلیٰ تعلیم کی ایک منظم تحریک ملک گیر پیمانے پر چلائیں اور تعلیمی قافلوں کو لے کر گاؤں گاؤں اور محلّہ محلّہ تک پہنچیں۔ محض تعلیمی تقریر، چند مضامین یا اس موضوع پر چند تصانیف کا شائع کردینا کافی نہیں ملک وملت کے تعلیمی مسائل سے دلچسپی رکھنے والوں کو میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ مندرجہ ذیل تین عالمی شہرت یافتہ تعلیمی یونیورسٹی اور اداروں کے پروسپکٹس کو خریدلیں جو ہر شہر میں بہ آسانی دستیاب ہے (۱) NIOS (۲) IGNOU، (۳) MANUU اس کے باوجود کوئی فرد وادارہ یا اس کے منتظمین مزید معلومات کے خواہاں ہوں تو وہ راقم سے رجوع کرسکتے ہیں۔ (09431359971)

●●

ہندوستان میں فرقہ واریت کا مسئلہ

عارف عزیز بھوپال

ہندوستان میں فرقہ واریت کا مسئلہ محض سیاستدانوں کی بوکھلاہٹ اور خیال پرستی کی بدولت کینسر بنتا جارہا ہے اور اس کی جڑیں سماج کے اندر گہرائی تک اترنے کی بنیادی وجہ بیماری کی شدت نہیں علاج کی کمزوری اور تشخیص کی غلطی ہے۔ قانون کے بارے میں لوگوں نے بہت کچھ خوش فہمیاں قائم کررکھی ہیں، لیکن جن لوگوں نے اسے بنایا تھا انھوں نے اس کا تصور ہتھیار گھماتے ہوئے ایک اندھے پیکر کی شکل میں پیش کیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ قانون کا احترام سب پر فرض ہے مگر اس کی ناگزیریت کا کوئی قائل نہیں۔ برسوں سے قانون کا مکمل احترام کرتے ہوئے ایک ایسے سماج کے قیام کا خواب دیکھا جارہا ہے جس میں پولیس اور فوج کی ضرورت باقی نہ رہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ انسان تعزیر سے زیادہ جرائم کے رجحان سے خوفزدہ رہتا ہے۔ قانون سزا ضرور دے سکتا ہے مگر جرم پر قابو نہیں پاسکتا کیونکہ جرائم جب تک انفرادی حدود تک رہتے ہیں قابل تعزیر سمجھے جاتے ہیں لیکن جس لمحہ اجتماعی عادت کی صورت اختیار کرجائیں سوسائٹی کی اکثریت ان کے حق میں ہوجاتی ہے اور وہیں سے قانون کا عمل بھی تبدیل ہوجاتا ہے لہٰذا وہ ان کو روکنے کے بجائے ان کے تحفظ کی خاطر استعمال ہونے لگتا ہے۔

دنیا میں ماضی قریب تک ہم جنسی ایک لعنت اور جرم خیال کی جاتی تھی لیکن برطانیہ، سویڈن اور دوسرے مغربی ممالک میں وہ ایک ایسا فعل بن گئی ہے جس پر اعتراض کرنا خلاف قانون ہے، خود ہندوستان میں آسام، بہار، اترپردیش اور مہاراشٹر میں مسلم اقلیت کے خلاف جو کچھ ہوا ہے یا آج کل گجرات اور آسام میں ہورہا ہے، اس سے اگر کچھ واضح ہوتا ہے تو وہ یہی ہے کہ قانون ایک ایسا ہتھیار ہے جو افراد کے خلاف سخت اور سماج کے روبرو نرم اور بے بس نظر آنے لگتا ہے اور اس کی عمل پذیری کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے کہ اس کا غلط اور بے جا استعمال جرائم کو روکنے میں عاجز بلکہ ان کے فروغ کا سبب بنتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرقہ پرستی کے انسداد میں قانون کا کوئی کارگر کردار ادا نہیں کرسکتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ معاشرے میں قانون کی حیثیت امداد دینے والے ایک ہتھیار کی رہتی ہے۔ اس کی مشین چونکہ انسانوں کی ہی بنائی ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ مقصد میں امداد کرسکتی ہے فریق بننا اس کے لئے مشکل ہے، اسی طرح وہ حرکت میں ضرور لائی جاسکتی ہے خود بخود حرکت پذیر نہیں ہوسکتی۔

باقی صفحہ ۵ پر

اسرائیلی انتخابات اور مشرق وسطیٰ میں امن

علی عمران

حالیہ اسرائیلی الیکشن کے بعد قدیمہ اور لیکوڈ پارٹی واضح اکثریت حاصل نہیں کرسکی ہے۔ زپی لیونی اور بنجامن نیتن یاہو کے درمیان حکومت سازی کے لئے جوڑ توڑ جاری ہے، جو بدھ کے دن الیکشن کے باقاعدہ سرکاری نتائج کے بعد کسی اتحادی حکومت کی صورت میں سامنے آسکتا ہے۔ زپی لیونی کی قدیمہ پارٹی ۲۹ نشستوں کے ساتھ پہلی جبکہ لیکوڈ پارٹی ۲۷ نشستوں کے ساتھ الیکشن میں دوسرے نمبر پر آئی ہے۔ ۱۲۰ نشستوں پر مبنی اسرائیلی پارلیمنٹ کنیسٹ میں حکومت بنانے کے لئے زپی لیونی یا بنجامن نیتن یاہو کو ۶۱ نشستیں درکار ہیں جس کے لئے بارہ پارٹیوں میں جوڑ توڑ جاری ہے۔ حالیہ الیکشن کے نتائج میں دائیں بازو کے شدت پسندوں کو زیادہ نشستیں ملی ہیں، جو مشرق وسطیٰ میں امن اور عالمی برادری کے لئے مایوس کن ہیں۔ (دریں اثناء موصولہ اطلاعات کے مطابق دائیں بازو کی پارٹیوں کے اتحاد کو حکومت سازی کا موقع مل گیا ہے اور اسرائیلی صدر شمعون پیریز نے اس کے لیڈر اور سابق اسرائیلی وزیر اعظم بنجامن نیتن یاہو کو حکومت بنانے کی دعوت دی ہے۔ اس اتحاد کو ۶۵ ارکان کی حمایت حاصل ہے۔ دوسری طرف ایک فوجی حکومت تشکیل دینے کی بھی کوششیں ہورہی ہیں اور خود بنجامن نیتن یاہو نے مخالفین سے اپیل کی ہے کہ وہ ایک قومی حکومت کی تشکیل میں ان کا ساتھ دیں۔) عرب ممالک، روس اور ترکی پہلے ہی ان نتائج پر اپنی تشویش کا اظہار کرچکے ہیں تاہم اسرائیل پر نگاہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ اسرائیلی شہریوں کا دائیں بازو کی طرف جھکاؤ کوئی نئی بات نہیں، اگر اسرائیلی سیاسی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو اہم جنگوں یا امن معاہدوں کے بعد کے الیکشنوں میں اسرائیلی عوام کا جھکاؤ بائیں بازو کی طرف ہوتا گیا۔ ۱۹۷۳ء کی جنگ کے بعد ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں دائیں بازو کی لیبر پارٹی کو شکست اور لیکوڈ پارٹی کو کامیابی ہوئی جو ۱۹۸۲ء کی لبنان جنگ کے دس سال بعد ۱۹۹۲ء میں دوبارہ برسر اقتدار آنے میں کامیاب ہوسکی۔ ۱۹۹۹ء میں پھر منتخب ہونے والی لیبر پارٹی کو ۲۰۰۰ء کی فلسطینی انتفادہ کے آغاز کے بعد ۲۰۰۱ء میں ایک بار پھر اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑا اور ایریل شیرون کی سخت گیر لیکوڈ پارٹی برسر اقتدار آئی۔ ۲۰۰۶ء کی جنگ اور غزہ پر حالیہ حملوں کے بعد اب یہ حال ہے کہ لیبر پارٹی اسرائیل کی تیسری بڑی جماعت بن گئی ہے۔ یسرائیل بیتنو پندرہ نشستوں کے ساتھ تیسری بڑی جماعت بن گئی ہے۔ یسرائیل بیتنو اسرائیل کے عرب شہریوں کو اسرائیل سے نکال باہر کرنے کے ایجنڈے پر کام کررہی ہے۔ اسرائیل آئندہ آنے والے دنوں میں امن کا کس حد تک خیر خواہ ہوسکتا ہے، اس کے لئے جاننا ضروری ہے کہ مختلف اسرائیلی پارٹیوں کا کیا ایجنڈا ہے۔ بنجامن نیتن یاہو کی لیکوڈ پارٹی بھی آزاد فلسطینی ریاست کی مخالف ہے تاہم ایسی میونسپل سطح کی فلسطینی اتھارٹی کی حامی ہے جو صرف کوڑا کرکٹ اٹھانے میں آزاد ہو۔ یہ جماعت تمام مذاہب کی بیت المقدس میں عبادت کا حق تسلیم کرتی ہے لیکن مسلم اکثریتی مشرقی بیت المقدس پر ست روی سے قبضے کے لئے یہودی قبضہ بستیوں کی حامی ہے۔ یہ جماعت بیت المقدس کو مسلم اور یہودی حصوں میں تقسیم کی مخالف ہے اور اسے ہمیشہ رہنے والا دارالحکومت سمجھتی ہے۔ لیکوڈ پارٹی ست روی کے ساتھ مشرقی بیت المقدس سے مسلمانوں کے صفائے کی حامی ہے۔ (چھ سال پہلے مسلم مقدس مقامات کے مشرق میں اسرائیل نے مال عدمیم نامی یہودی بستی تعمیر کرکے مشرقی بیت المقدس میں مسلم آبادی کا مغربی کنارے سے رابطہ ختم کردیا ہے۔ ایریل شیرون نے صدر جارج ڈبلیو بش سے اس بستی کی حمایت کے بعد ہی غزہ سے انخلاء کیا تھا) یہ پارٹی دریائے اردن کے مغرب میں کسی عرب فلسطینی ریاست کی مخالفت کرتی ہے۔ اسرائیل کی لیبر پارٹی سابق وزیر لیوی ایشکول کی قیادت میں ۱۹۶۸ء میں قائم کی گئی۔ اس جماعت نے ۱۹۹۳ء میں یاسر عرفات کے ساتھ معاہدے پر دستخط کئے تاہم اس جماعت کی پالیسیاں بھی تضادات کا مجموعہ ہیں۔ اس کی پالیسی ہے کہ بات چیت کا عمل جاری رکھا جائے، لیکن ''تشدد'' کے خلاف طاقت کا استعمال اور اسرائیل کی جنگی برتری برقرار رکھی جائے۔ یہ جماعت مغربی کنارے میں چھوٹی قابض یہودی بستیوں کو چھوڑنے پر تو تیار ہے تاہم بڑی قابض بستیوں کو اسرائیل کا حصہ بنانا چاہتی ہے۔ (اسرائیل میں حکومت چاہے کسی بھی پارٹی کی ہو، قابض یہودی بستیوں اور فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے نکالنے کا سلسلہ چلتا رہا ہے۔ لیبر پارٹی اپنی پالیسی میں چھوٹی یہودی قبضہ بستیوں کو چھوڑنے اور اس کے گرد مزید تعمیر کی مخالفت کا ذکر کرتی ہے۔ تاہم بڑی بستیوں کے گرد قبضہ مہم اور اس پر پیسے لگانے کے معاملے پر واضح پالیسی نہیں رکھتی۔

ایریل شیرون کی قدیمہ پارٹی کو لیکوڈ پارٹی کے مقابلے میں فلسطینیوں کو رعایتیں دینے والی پارٹی سمجھا جاتا ہے۔ یہ جماعت آزاد فلسطینی ریاست کی حمایت کرتی ہے تاہم اس کے لئے ایسی شرائط عائد کرتی ہے جن کے پورا ہوتے ہوتے قابض یہودی بستیوں کا پھیلاؤ بچے کھچے مغربی کنارے اور غزہ کو نگل لے۔ قدیمہ پارٹی کی خواہش ہے کہ فلسطینی اتھارٹی ''دہشت گرد'' جماعتوں کی بیخ کنی اور فلسطینی پولیس میں ''اصلاحات'' اور مرحلہ وار بات چیت کے ذریعے امن حاصل کرے یعنی فلسطینی ریاست کے لئے کسی ٹائم فریم کا بھی ذکر نہیں کرتی۔ قدیمہ پارٹی کی ایک اور شرط یہ ہے کہ فلسطینی اتھارٹی اکسانے والے عناصر کی بھی بیخ کنی کرے گی لیکن واضح نہیں کرتی کہ مظاہروں اور پتھر پھینکنے جیسی اکساہٹ کا سبب بننے والی قابض یہودی بستیوں کے پھیلاؤ پر اس کی کیا پالیسی ہے؟ لیکوڈ پارٹی کی طرح یہ بھی بیت المقدس کو صرف یہودیوں کا دارالحکومت سمجھتی ہے، گویا لیکوڈ پارٹی اور قدیمہ پارٹی الفاظ کے ہیر پھیر کو ہٹا کر ایک پالیسی پر کام کرتی دکھائی دیتی ہیں''۔

عربوں کی اسرائیل سے بے دخلی چاہنے والی شدت پسند جماعت یسرائیل بیتنو ۱۹۹۹ء میں بنائی گئی، اس کی مزید شدت پسندانہ پالیسیوں میں یہودی قبضہ بستیوں میں اضافے اور فلسطینیوں کی زمین شامل ہیں۔

گیارہ نشستیں حاصل کرنے والی شاس ایک مذہبی پارٹی ہے جو مشرق وسطیٰ کے یہودیوں پر یورپی یہودیوں کی فوقیت کے خلاف قائم کی گئی۔ اس پارٹی کے مطابق اسرائیلی ریاست میں ساری اکائیوں کے حقوق برابر ہونے چاہئیں۔ یورپی یہودیوں سے مخاصمت کے باعث نئی بستیوں سے متعلق اس کی پالیسی سرد مہری پر مبنی ہے۔

یہ پارٹی یروشلم کو کسی بھی امن معاہدے کے ایجنڈے پر رکھنے کی مخالفت کرتی رہی ہے اور مقبوضہ بیت المقدس کو اسرائیل کا اٹوٹ حصہ سمجھتی ہے۔ شاس کے تحت فلسطینیوں کے ساتھ بات چیت میں حتمی سرحدوں کے تعین اور فلسطینی پناہ گزینوں کی واپسی کو بات چیت کے ایجنڈے پر شامل نہیں رکھنا چاہئے اور یوں بھی عملاً آزاد فلسطینی ریاست کی مخالف نظر آتی ہے۔ کسی بھی امن منصوبے کو قبول کرنے کے لئے اس کی ایک سخت شرط ہے کہ مختلف عرب ملکوں سے اسرائیل آنے والے یہودیوں کو عرب ممالک فوری کمپین سیشن ادا کریں لیکن اسرائیل سے بے دخل کئے جانے والے فلسطینیوں کے کمپن سیشن پر اس کی کوئی پالیسی نہیں۔ پانچ نشستوں پر فتح حاصل کرنے والی یونائیٹڈ توراجو ڈائزم بھی فلسطینیوں کے ساتھ امن کی مخالف جبکہ بقیہ چار اور تین نشستیں حاصل کرنے والی ہیایت یہودڈوا اور نیشنل یونین انتہائی شدت پسندانہ نظریات رکھنے والی جماعتیں ہیں، جن کے نزدیک امن اور فلسطینیوں سے بات چیت کے بجائے انہیں طاقت سے کچل دینا چاہئے۔ اسرائیل کی بڑی جماعتوں لیکوڈ، قدیمہ اور لیبر سے بہتر امن کے نظریات رکھنے والی پارٹیوں میں چار پارٹیاں یونائیٹڈ عرب لسٹ، بالاد اور ہداش شامل ہیں۔ میرٹس کے علاوہ تینوں جماعتوں کے رہنما عرب مسلم ہیں جبکہ تین نشستیں جیتنے والی میرٹس پارٹی کے سربراہ چیم اورون ہیں۔ یہ تینوں چاروں پارٹیاں امن کی واضح حامی اور مقبوضہ علاقوں کو خالی کرنے پر زور دیتی ہیں۔ ان تینوں پارٹیوں کی کابینہ میں نشستوں کی تعداد ۱۵ ہے۔ گویا عالمی برادری اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے حامی ارکان کی تعداد ۱۲۰ نشستوں کی اسرائیلی پارلیمنٹ میں صرف پندرہ ہے اور اس سے مستقبل میں مشرق وسطیٰ میں امن کے امکانات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پارٹیوں کے جائزے کے بعد اگر دیکھا جائے تو زپی لیونی کے لئے ۵۸ نشستوں سے زیادہ کی حمایت حاصل کرنا مشکل ہے جبکہ بنجامن نیتن یاہو کے کامیابی کے بعد کس طرح امن منصوبہ تباہ اور یہودی قبضہ بستیوں میں تیزی سے اضافہ کیا تھا لیکن ۲۰۰۹ء میں سرے سے کوئی ایسا امن معاہدہ نہیں بچا جسے وہ تار تار کرسکیں۔ دنیا سوچ رہی ہے کہ اگر یہودی قبضہ بستیوں کی تعمیر ''معتدل'' قدیمہ پارٹی کے دور میں جاری تھی تو سخت گیر لیکوڈ پارٹی کے دور میں اس میں مزید تیزی تو نہیں آجائے گی؟ اگر ''معتدل'' حکومت کے دور میں لبنان پر تقریباً ایک ماہ حملے جاری رہ سکتے ہیں تو ۱۹۸۲ء کی طرح اسرائیل زیادہ لمبے عرصے کے لئے لبنان پر چڑھائی تو نہیں کرڈالے گا؟ دنیا بھر میں امن کے حامی اس امر کو بھی خارج از امکان قرار دے سکتے کہ جب ''اعتدال'' پسندوں کے دور میں اسرائیلی ایئرفورس کے طیارے ایران پر حملے کے لئے بحر روم پر مشقیں کرسکتے ہیں تو سخت گیر حکومت کے برسر اقتدار آنے کی صورت میں خلیج فارس سے ہوتے ہوئے ایران پر تو نہیں چڑھ دوڑیں گے؟

مشرقی بیت المقدس میں انتہائی متنازع یہودی قبضہ بستی کی ایک عورت سے حال ہی میں جب سوال کیا گیا کہ یہ بستی فلسطینی ریاست کی راہ میں رکاوٹ ہے تو اس نے جواب دیا کہ کون سی فلسطینی ریاست؟ ہم کسی فلسطینی ریاست کو نہیں دیکھنا چاہتے۔ اب اگر آنے والے برسوں میں دنیا کو انتہائی دائیں بازو کی طرف کھسکتا اسرائیل، امن سے ٹکراتے محسوس ہورہا ہے تو یہ خدشات حقیقت سے بہت دور نہیں نظر آتے۔

●●

کیا امریکہ اور ایران کے درمیان برف پگھلے گی؟

علی اختر

ایران ایسا اسلامی ملک ہے کہ جس کے ۱۹۷۹ء میں آنے والے انقلاب کے بعد سے تاحال امریکہ سے تعلقات کشیدہ چلے آرہے ہیں تاہم اس کشیدگی میں اس وقت دو چند اضافہ ہوگیا جب ایران نے نیوکلیئر توانائی کے حصول کے لئے اپنا ایٹمی پروگرام شروع کیا۔ پہلے تو امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے عالمی برادری میں خوب ڈھنڈورا پیٹا کہ ایران ایٹم بم بنا رہا ہے، لہٰذا اس بات کو جواز بنا کر ایران پر متعدد بار سلامتی کونسل کے پلیٹ فارم سے پاس کی جانے والی قرار داد کے ذریعے اقتصادی ومعاشی پابندیاں عائد کی گئیں۔ بہت سی ایرانی کمپنیوں کو یورپ اور امریکہ میں بین کردیا گیا۔ بہت سی ایرانی کمپنیوں کے اثاثوں کو یورپ اور امریکہ میں منجمد کردیا گیا۔ ان اقدامات سے امریکہ اور بیشتر مغربی ممالک کو اُمیدیں تھیں کہ ایران تھک ہار کر اور معاشی واقتصادی پابندیوں سے مجبور ہوکر امریکی موقف کو مانتے ہوئے اپنے نیوکلیئر پروگرام سے دستبردار ہوجائے گا یا پھر کسی نہ کسی حد تک لچک کا مظاہرہ تو ضرور کرے گا۔ لیکن جوں جوں امریکہ کی جانب سے اس نوعیت کے معاندانہ اقدامات کئے گئے اس کے جواب میں ایران کے موقف میں مزید سختی اور ثابت قدمی آتی گئی۔ امریکہ کے سابق صدر بش نے ایران کو نفسیاتی دباؤ میں لانے کے لئے متعدد بار ایران پر حملے کی دھمکی دی اور خلیج فارس میں جنگی بحری بیڑے کھڑے کردیئے۔ ایران نے ردعمل کے طور پر خود بھی جنگی مشقیں شروع کردیں۔ اسی دوران ایران نے شہاب، پیغامبر سمیت متعدد میزائلوں کے کامیابی سے تجربات کئے اور فروری ۲۰۰۹ء کے پہلے عشرے میں انقلاب کی تیسویں سالگرہ کے موقع پر اپنا پہلا اور مکمل طور پر مقامی طور پر تیار شدہ مصنوعی سیارے ''سفیر امید'' کو خلا میں کامیابی سے بھیج کر نہ صرف امریکہ اور مغرب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا بلکہ انہیں تشویش میں بھی مبتلا کردیا۔ کیونکہ یہی ٹیکنالوجی میزائلوں کو دور دراز کے علاقوں میں مار کرنے کے لئے بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔

کہتے ہیں کہ بسا اوقات کٹھن، دشوار اور نامساعد حالات افراد اور قوموں کی زندگی میں درحقیقت نعمت ثابت ہوتے ہیں کہ جن سے گزر کر افراد اور قومیں کندن بن جاتی ہیں۔ آج ایران کے جیسے بھی معاشی واقتصادی حالات ہوں لیکن جو چیز ایرانی قوم کے حق میں جاتی ہے وہ ان کا مکمل طور پر خود انحصاری کی پالیسی پر عمل درآمد ہے جس کی وجہ سے وہ دنیا کی کسی بھی قوم کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرسکتے ہیں۔ ورنہ ایسی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ہیں جہاں عوام کی اکثریت کی خواہشات کے برعکس امریکہ اور اس کے زیر اثر اداروں کی پالیسیوں اور ڈکٹیشن کے مطابق بہت سے ممالک کے حکمراں چلنے اور ان کا حکم ماننے پر مجبور ہیں کیونکہ وہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ ان اداروں کی طرف سے طے شدہ پالیسیوں پر انحراف نہیں کرسکتے۔ تاہم یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ایران کی معیشت کو جس چیز نے سہارا دے رکھا ہے وہ معدنی تیل کی پیداوار اور برآمدات ہیں۔

امریکہ کے نو منتخب صدر بارک اوباما نے جس نعرے کی بنیاد پر صدارتی انتخاب جیتا وہ ''تبدیلی'' کا نعرہ تھا۔ بش کی پالیسیوں نے نہ صرف عالمی حالات کے بگاڑ میں کلیدی کردار ادا کیا بلکہ اس سے خود امریکہ کے اندرونی حالات بری طرح متاثر ہوئے بالخصوص اسے تاریخ کے بدترین معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ مشرق وسطیٰ، عراق اور افغانستان کے علاوہ ایران کا معاملہ بھی دنیا کے اہم ترین ایشوز میں شمار کیا جاتا ہے۔ امریکی صدر نے ایران کے ساتھ معاملات کو مذاکرات کے ساتھ طے کرنے کی بجائے اسے انا کا مسئلہ بنالیا تھا۔ بارک اوباما نے جہاں عراق سے امریکی فوجیں واپس بلانے، گوانتا ناموبے جیل کو بند کرنے جیسے اعلانات کئے ہیں وہیں پر اس نے ایران کے ساتھ نیوکلیئر پروگرام سمیت تمام معاملات پر غیر مشروط مذاکرات پر آمادگی کا اظہار کیا ہے جو کہ بظاہر بہت خوش آئند قدم ہے لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکہ میں یہودی لابی کی حمایت سے اقتدار میں آنے والے اوباما کیا ایران کے ساتھ آزادانہ اور دوستانہ تعلقات کو فروغ دے سکیں گے؟ اور دوسری طرف ایران کا بھی ہمیشہ سے یہی موقف رہا ہے کہ وہ اپنے نیوکلیئر پروگرام جو کہ سول اور پرامن مقاصد کے لئے ہے اس سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔ جس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فوری طور پر دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں کسی بڑی تبدیلی کی امید نہیں کی جاسکتی جس کی ایک اور اہم اور بڑی وجہ رواں سال جون میں ہونے والے ایرانی صدارتی انتخابات ہیں جس میں موجودہ ایرانی صدر احمدی نژاد نے دوسری مدت کے لئے انتخابات لڑنے کا اعلان کردیا ہے جس کی سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای نے بھی حمایت کی ہے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ سپریم لیڈر کی حمایت سے احمدی نژاد کے دوسری مدت کے لئے صدر منتخب ہونے کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔ تاہم اگر امریکہ کی طرف سے تعلقات میں بہتری کے لئے کوئی بڑا قدم اٹھایا گیا تو وہ الیکشن کے بعد ہی ہوگا جب امریکہ اور ایران کے درمیان مذاکرات کی خبریں میڈیا پر آئیں تو اس حوالے سے بہت زیادہ امیدیں وابستہ کی جانے لگیں۔ میڈیا میں ان خبروں کو بھی بہت نمایاں جگہ دی گئی کہ اوباما نے ایران سے مذاکرات کے حوالے سے ڈرافٹ تیار کروالیا ہے جب کہ بعد میں ہونے والی عالمی سیکورٹی کانفرنس میں امریکی صدر اوباما اور ایرانی صدر احمدی نژاد یا پھر ان دونوں ممالک کے وفود ملاقات کریں گے بعد میں اس خبر کی بھی تردید کردی گئی۔ ایرانی وزیر خارجہ منوچہر متقی نے اس قسم کی کسی ملاقات کے امکانات کو مسترد کردیا۔ اسی طرح امریکہ کی جانب سے ایران سے بہتر اور خیر سگالی کے جذبات لے کر خواتین کی بیڈمنٹن ٹیم کا ایک وفد ایران کا دورہ کرنا چاہتا تھا مگر اسے ایرانی دفتر خارجہ کی جانب سے اجازت نہ دی گئی جس سے یہ بات ابھی تک مبہم ہے کہ آنے والے وقت میں دونوں ممالک مذاکرات

باقی صفحہ ۶ پر

بقیہ: شنگھائی کو آپریشن آرگنائزیشن......

تنظیم نے سیکورٹی کے حوالے سے اپنی فوج بھی تیار کررکھی ہے، جس کا باقاعدہ آغاز ۲۰۰۳ء میں فوجی مشقوں سے کیا گیا جو چین میں کی گئی، جس میں ۶۰۰ روسی فوجی دستوں نے شرکت کی۔ ۲۰۰۴ء میں منگولیا کو بھی "Observer" کا سٹیٹس دے دیا گیا، ۲۰۰۵ء-۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۷ء میں ہونے والے اجلاسوں میں ''شنگھائی کو آپریشن آرگنائزیشن'' عالمی اہمیت اختیار کرگئی جس نے نیٹو کی طاقت کو نہ صرف چیلنج کیا بلکہ اس کا وسطی ایشیا کے ممالک کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں اثر ورسوخ کم کردیا، سوڈان میں موجود نیٹو کو بھی ''شنگھائی کو آپریشن آرگنائزیشن'' کی مزاحمت کا سامنا ہے۔ ۲۰۰۵ء میں ایران، بھارت اور پاکستان کو بھی "Observer" کا سٹیٹس دے دیا گیا، اس تنظیم میں شامل کرنے کے لئے ان ممالک پر بھی نظر ثانی جاری ہے۔ ۲۰۰۸ء میں ایران کو اس تنظیم کے معاملات میں شامل کرلیا گیا، پاکستان کو بھی چین کی جانب سے مکمل حمایت حاصل ہے مگر امریکی اتحادی ہونے کی وجہ سے وہ اس تنظیم کا مستقل ممبر نہیں بن سکتا، ایران کے صدر احمدی نژاد نے ۲۰۰۶ء میں پہلی بار اس میں شرکت کی، امریکہ کے خلاف تحفظات کا اظہار کیا، ۲۰۰۷ء میں ہونے والی فوجی مشقوں میں ایران کی مکمل، ان فوجی مشقوں کے بعد روس نے جارجیا پر حملہ کردیا، پس پردہ روس کو ''شنگھائی کو آپریشن آرگنائزیشن'' کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس تنظیم کے کسی ممبر نے بھی روس کے اس اقدام پر تنقید نہ کی۔ درحقیقت روس کا جارجیا پر حملہ ''شنگھائی کو آپریشن آرگنائزیشن'' کا نیٹو اور چین کا امریکہ پر حملہ ہے۔ یہ کھلی جنگ کا اعلان بھی ہوسکتا ہے، جارجیا کو نیٹو اور امریکہ کی مکمل حمایت حاصل تھی مگر روس کے پیچھے بھی چین کھڑا تھا۔ عالمی سطح پر جارجیا پر حملہ روکنے میں سرکوزی کو اہمیت دی گئی کہ اس کی کوششوں کی وجہ سے جنگ بندی ہوئی مگر روس نے اپنے مفادات حاصل کرلئے تھے اور چین نے امریکہ اور نیٹو کو یہ بتادیا تھا کہ اب جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ اس حملے سے امریکہ کو صرف یہ باور کروانا تھا کہ اب امریکہ کے دن گنے جاچکے ہیں اور وہ اس خطے میں اب زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ جس طرح اقوام متحدہ اور نیٹو امریکہ کے ہر غیر قانونی اقدام کو جائز قرار دیتا ہے اسی طرح ''شنگھائی کو آپریشن آرگنائزیشن'' روس اور چین کا دفاع کرنے کے لئے مضبوط طریقے سے کھڑی ہے، مسلم دنیا کو یہ بات سمجھ جانی چاہئے کہ جس طرح امریکہ اور نیٹو مسلم دنیا کے ذخائر استعمال کررہا ہے اور ان ممالک کو دھوکہ دے رہا ہے اسی طرح چین اور روس کے بھی اپنے مقاصد ہیں، ان مقاصد میں وسطی ایشیا کے ممالک کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ''شنگھائی کو آپریشن آرگنائزیشن'' کے نام پر چین اور روس ان ممالک کو تحفظ اور امداد دے رہے ہیں۔ اگر تمام مسلم ممالک مل کر اسی طرح تنظیم بنائیں تو ''نیٹو'' اور ''شنگھائی کو آپریشن آرگنائزیشن'' کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔

●●

اسرائیل اور اس کی درندگی کی تاریخ

فلسطین جس کی سرزمین پر ''اسرائیل'' قائم ہے برطانوی قبضہ سے قبل خلافت عثمانیہ کا حصہ تھا۔ خلافت عثمانیہ کی شکست وریخت، برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک کا ایک اہم ہدف تھا۔ اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے ''عرب قوم پرستی'' کو ہوا دی گئی۔ عرب قوم پرستی کو اس حد تک بھڑکا دیا گیا کہ بڑے بڑے مسلمان عالم (مثلاً الحاج امین الحسینی) بھی اس امت مخالف تحریک کا حصہ بن گئے۔ خلافتِ عثمانیہ کی مخالفت عرب قوم پرستی کی اس لہر ہی نے اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار کی۔

یہودی ریاست جسے بعد میں ''اسرائیل'' کا نام دیا گیا، یہودیوں کی ایک قدیم خواہش تھی۔ ''اسرائیل'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب السلام کا لقب تھا۔ انہی کی اولاد ''بنی اسرائیل'' کہلائی۔ یہ کنعان میں آباد تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کا سیاسی عروج انتہا پر تھا۔ یہودیوں پر پہلی بڑی تباہی بابل کے حکمران بخت نصر کے زمانے میں آئی۔ اس نے ہیکل سلیمانی کو ڈھادیا اور یہودی تتر بتر ہوگئے۔ ایک اور بڑی تباہی فلسطین پر رومیوں کے قبضے کے دوران میں آئی۔ رومیوں نے تمام یہودیوں کو جلاوطن کردیا۔ ۱۸ صدیوں کی جلاوطنی کے دوران میں انہیں اسلامی دنیا کے علاوہ کہیں چین نہ ملا لیکن وطن کے حصول کی خواہش ان میں موجود رہی۔

وطن ''اسرائیل'' کے حصول کے لئے یہودیوں نے ہمہ جہت کوششیں کیں۔ صہیونی رہنما ہرتزل مسلسل چھ سال تک عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید کو قائل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس نے مالی بحران کے خاتمے کے لئے امداد کی بھی پیش کش کی مگر سلطان عبدالحمید نے کہا کہ ''یہودیوں کو فلسطین صرف اسی وقت مل سکتا ہے۔ جب عثمانی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے۔'' سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں سلطان عبدالحمید کے الفاظ یوں ہیں: ''میرے نزدیک تو دنیا کے سارے یہودیوں کی دولت بیت المقدس کی مٹھی بھر مٹی کے برابر بھی نہیں۔''

سلطان سے مایوس ہوکر ہرتزل نے برطانیہ کا رُخ کیا۔ ۲ر نومبر ۱۹۱۷ء کو صہیونیوں اور برطانیہ میں ایک خفیہ معاہدہ ہوا جو ''اعلان بالفور'' کہلایا۔ فلسطینیوں کو ۱۹۲۰ء تک اس خفیہ معاہدے کا پتہ ہی نہ چلا۔ اسی خفیہ کے معاہدے کے نتیجے میں اسرائیل قائم ہوا۔ اسرائیل کے قیام کے اہم واقعات اس طرح پیش آئے:

(۱) زرعی کمیونٹی کے بھیس میں ۱۸۷۸ء میں صہیونی فلسطین میں آنا شروع ہوئے۔ فلسطینی اور غیر حاضر زمینداروں کو بڑی بڑی رقمیں دے کر انہوں نے زمینیں خریدنی شروع کردیں۔ ۱۸۴۵ء تک فلسطین میں صرف ۱۲ ہزار یہودی تھے۔

(۲) ۱۸۸۲ء تا ۱۹۰۳ء کے دوران میں ۲۵,۰۰۰ یہودی غیر قانونی طور پر فلسطین میں داخل ہوئے۔

(۳) ۱۸۹۶ء میں آسٹرو ہنگرین صہیونی صحافی ہرتزل نے صہیونی ریاست کی ضرورت'' کا نظریہ پیش کیا۔ اسی سال جیوش کالونائزیشن ایسوسی ایشن (JCA) نے فلسطین میں آباد ہونے والے یہودیوں کی امداد شروع کی۔

(۴) ۱۸۹۷ء میں سوئٹزر لینڈ میں پہلی صہیونی کانگریس نے فلسطین میں صہیونی ریاست قائم کرنے کا اعلان کیا اور عالمی صہیونی تنظیم (WYO) قائم کی۔

(۵) ۱۹۰۱ء میں پانچویں صہیونی کانگریس نے فلسطینی زمینیں ہتھیانے کے لئے جیوش نیشنل فنڈ قائم کیا۔

(۶) ۱۹۰۴ء تا ۱۹۱۴ء کے دوران میں ۴۰ ہزار یہودی فلسطین میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے اور ان کی تعداد ۶ فیصد تک پہنچ گئی۔ ۱۹۰۹ء میں پہلا یہودی شہر تل ابیب آباد ہوا۔

(۷) ۱۹۱۶ء میں برطانوی سازشوں نے عثمانی خلافت کے خلاف بغاوت کا رنگ دھارلیا۔ ۱۹۱۷ء میں اعلان بالفور ہوا۔

(۸) ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۳ء کے دوران ۳۵۰۰۰ صہیونی فلسطین میں داخل ہوئے اور ان کی تعداد بارہ فیصد تک پہنچ گئی۔ فلسطین کی تین فیصد زمین بھی انہوں نے ہتھیالی۔ مارچ ۱۹۲۱ء میں صہیونی دہشت گرد تنظیم ہگانہ (Haganah) قائم ہوئی۔ اکتوبر ۱۹۹۲ء کی مردم شماری میں فلسطین میں مسلمان ۷۸ فیصد، عیسائی 9.6 فیصد اور صہیونی ۱۱ فیصد تھے۔

(۹) ۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۸ء ۶۷۰۰۰ یہودی فلسطین میں آئے اور ان کی تعداد سولہ فیصد تک پہنچ گئی۔ ۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۹ء کے دوران ڈھائی لاکھ صہیونی فلسطین میں آباد ہوئے۔ ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۵ء کے دوران ساٹھ ہزار صہیونی آئے اور ان کی تعداد ۳۱ فیصد تک پہنچ گئی۔ ۶ فیصد زمین بھی انھوں نے ہتھیالی۔ ۱۹۴۰ء میں برطانیہ نے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کردیا۔

(۱۰) ۱۹۴۶ء کی اینگلو امریکن رپورٹ کے مطابق مسلح جنگجو صہیونیوں کی تعداد ۶۱ تا ۷۹ ہزار تھی اور یہ تین دہشت گرد تنظیموں (Stem, Haganah, Irgun) سے وابستہ تھے۔

(۱۱) ۲۹ر نومبر ۱۹۴۷ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کی تقسیم کے منصوبے کی تصدیق کردی۔ ۵۶٫۵ فیصد علاقہ اسرائیل کو ۴۳ فیصد فلسطین کو اور بیت المقدس کو عالمی تحویل میں دینے کی قرارداد پاس کی۔ ہگانہ نے دہشت گردوں کی بھرتی شروع کردی اور ۱۷ر دسمبر کو امریکی صہیونی نے ۲۵۰ ملین ڈالر دینے کا اعلان کیا۔ ہگانہ نے دہشت گردی کے آپریشن شروع کردیئے جس کے نتیجے میں مئی ۱۹۴۸ء تک دو لاکھ سے زیادہ فلسطینی بے گھر ہوگئے۔ ۱۴ر مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل کی آزادی کا اعلان کردیا گیا۔ تل ابیب دارالحکومت قرار پایا۔

●●

بقیہ: ہندوستان میں فرقہ واریت......

ملک میں قانون اور سماج کے اجتماعی تصادم وٹکراؤ کا مشاہدہ کرنا ہو تو ذات پات کے مسئلے میں کیا جاسکتا ہے، قانون طویل مدت سے اچھوت اقوام کی مدد پر کھڑا ہے لیکن چھوت چھات کے چہرے کی رونق ذرا بھی کم نہیں ہوتی، اچھوت آج بھی بے دردی سے مارے جارہے ہیں اور ان کو طرح طرح سے مظالم کا شکار بنایا جارہا ہے۔ فرقہ پرستی کے مسئلے کی بھی کم وبیش یہی نوعیت ہے۔ فرقہ پرستی سماج کی نظروں میں اس طرح کا جرم نہیں جیسا کہ ڈاکہ زنی اور چوری ہوا کرتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ فرقہ پرستی کی بدولت چوری اور ڈاکہ زنی سے کہیں زیادہ شدید اور ہولناک جرائم کا نمونہ سماج کو دیکھنے اور بھگتنے کو ملتا ہے۔

ویسے بھی آزاد ہندوستان میں فرقہ واریت کے سلسلے میں قانون کو گزشتہ ۶۱ برس کے دوران اس انداز میں حرکت دی جارہی ہے کہ وہ حملہ کا نشانہ بننے والوں کے بجائے حملہ آوروں کو طاقت بہم پہنچانے کا ذریعہ بن رہا ہے جبکہ اقلیتوں کا جہاں تک تعلق ہے انہیں ڈنڈے سے زیادہ تسلی، تشفی اور انصاف کی ضرورت ہے۔ جہاں جہاں فرقہ وارانہ فسادات ہوتے ہیں اور فرقہ پرستی بجلی بن کر اقلیتوں پر گرتی ہے وہاں اگر تباہی وبربادی کے بعد اقلیت کے لوگوں کی تسلی اور تشفی کی شکل یہی سمجھ لی جائے کہ احتساب ومقدمات میں وہی سب سے زیادہ ماخوذ کئے جائیں تو یہ اس تھانیدار کا سا عمل ہوگا جو چور کے بجائے اس آدمی کو حوالات میں بند کردے جس کے گھر چوری ہوگئی ہے اس عمل کو قانونی عمل تو کہا جائے گا مگر یہ ہر طرح کے حق وانصاف کے خلاف ہی ہوگا۔

کل تک گجرات میں جو کچھ ہوا، کشمیر اور آسام میں ہو رہا ہے یا ملک کے دوسرے حصوں میں کمزوروں خاص طور پر مسلم اقلیت کے ساتھ جو طرز عمل اپنایا جارہا ہے وہ قانون کی نظر میں فرد اور سماج کے اسی تضاد کو نمایاں کرتا ہے اور اگر اس سے کچھ ثابت ہوتا ہے تو وہ یہی ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول آج بھی ہماری سوسائٹی پر حاوی ہے۔

●●

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● ممبئی: مالیگاؤں بم دھماکہ کے ملزم دیانند پانڈے نے اپنے اقبالیہ بیان میں انکشاف کیا ہے کہ آر ایس ایس کے جنرل سکریٹری موہن بھاگوت اور مسلم ونگ کے سربراہ اندریش کمار کو پاکستان کی خفیہ ایجنسی پیسہ مہیا کراتی تھی۔ پانڈے کا کہنا ہے کہ اسے یہ جانکاری اگست ۲۰۰۸ء میں آر ایس ایس کے لیڈر شیام آپٹے نے دی تھی۔

● نئی دہلی: لوک سبھا کے اسپیکر سومناتھ چٹرجی نے لوک سبھا میں ہنگامہ سے ناراض ہوکر ممبران پارلیمنٹ کو یہاں تک بددعا دے دی کہ آپ لوگ عوام کے ایک پیسے کے لائق بھی نہیں ہیں۔ آپ سبھی کو الیکشن میں ہار جانا چاہئے اور ایوان کو ہمیشہ کے لئے ملتوی کردینا چاہئے تاکہ عوام کا پیسہ بچایا جاسکے۔ دوسرے دن انھوں نے اپنے بیان پر افسوس کا اظہار کیا۔

● گونڈہ۔ وشو ہندو پریشد کے جنرل سکریٹری پروین توگڑیا نے یہاں پریشد کے زیر اہتمام منعقدہ دھرم سرکشا ندھی ارپن تقریب میں کہا کہ مدارس دہشت گردی کی نرسری ہیں اور اسلامک دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے حکومت کو انہیں بند کردینا چاہئے، جہادی مسلمان زکوۃ سے دہشت گردوں کی مدد کرتے ہیں اور اس ناطے ایسے لوگوں کا اقتصادی بائیکاٹ کرنا چاہئے۔

● نئی دہلی: سی پی آئی کے سکریٹری ڈی راجہ نے یہاں کہا کہ سچر کمیٹی نے مسلمانوں کی بدحالی کو ملک کے سامنے لاکر انہیں رسوا کیا اور یوپی اے حکومت نے صرف وعدے کئے۔ وہ یہ کہتی رہی کہ اس سلسلے میں پندرہ نکاتی چارٹر نافذ کرے گی لیکن سچائی یہ ہے کہ اس نے اپنے پانچ سال کے دور اقتدار میں کچھ بھی نہیں کیا۔

● نئی دہلی۔ سی پی آئی (ایم) پولٹ بیورو کے ممبر سیتا رام اچوری نے کہا کہ ہم اقلیتوں کی بہبود سے متعلق ایشوز وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کے سامنے پہلے ہی رکھ چکے ہیں اور انھوں نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ حکومت ان ایشوز پر غور کرے گی لیکن تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جب تک عمل نہ ہو یقین نہیں کیا جاسکتا۔

● احمد آباد۔ گجرات ہائی کورٹ کے جج جسٹس اننت دوبے نے گجرات فسادات میں ملوث ریاستی وزیر مایا کوڈنانی کی پیشگی ضمانت کو چیلنج کرنے والی خصوصی تفتیشی ٹیم کی عرضی پر سماعت کرنے سے انکار کردیا اور اس کی کوئی وجہ بھی نہیں بتائی۔ قانوناً جج اس کا پابند بھی نہیں ہوتا۔ اب ہائی کورٹ اس معاملے کو دیگر بنچ کے سامنے منتقل کرکے سماعت کی نئی تاریخ مقرر کرے گی۔ ۲۰ رفروری کے ہندوستان ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق کورٹ ذرائع کا کہنا ہے کہ اس سے قبل مذکورہ جج کے ذریعے گجرات فسادات کے بیشتر ملزمین کو دی گئی ضمانت پر تنقیدوں سے وہ ناراض ہیں۔

● ممبئی: مہاراشٹر بھی ان ۱۵ ریاستوں کی فہرست میں شامل ہوگیا جہاں مینٹی نینس اینڈ ویلفیئر آف پیرینٹس اینڈ سینئر سٹیزن ایکٹ کو منظوری دی گئی۔ اس میں والدین کی نافرمانی کرنے والوں کو قید کی سزا دینے کا قانون ہے۔

● نئی دہلی۔ ریلوے کے وزیر مملکت آر ویلو نے لوک سبھا میں کہا کہ ریلوے میں تقریباً ایک لاکھ ۷۰ ہزار اسامیاں خالی ہیں جن میں ۳۲ ہزار ۹۴۶ اسامیاں درج فہرست ذات وقبائل اور دیگر پسماندہ طبقات کے لئے محفوظ ہیں۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ۰۸-۲۰۰۵ء کے دوران اشتہارات سے ریلوے کو ۴۳۱ کروڑ ۸۴ لاکھ روپے کی آمدنی ہوئی۔

● نئی دہلی۔ لوک سبھا میں ۱۰-۲۰۰۹ء جھارکھنڈ کے عبوری بجٹ کو کسی بحث کے بغیر ہی منظور کرلیا گیا۔ وہاں ۱۹ رجنوری ۲۰۰۹ء سے صدر راج نافذ ہے۔

● نئی دہلی۔ مرکزی وزیر ریلوے لالو پرساد یادو نے لوک سبھا میں عبوری ریل بجٹ پر بحث کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں پوری ذمہ داری سے ہاؤس کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ ریلوے میں نہ تو فرنٹ ڈور ہے اور نہ بیک ڈور سے کرایہ بڑھایا گیا۔ تتکال چارج، سپر فاسٹ چارج اور ڈیولپمنٹ چارج کی شرح میں نہ تو کوئی تبدیلی کی گئی اور نہ ہی اس کا امکان ہے۔

● لکھنؤ۔ علماء کونسل نے دہلی کے بعد لکھنؤ میں بھی زبردست احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر کی عدالتی انکوائری کا مطالبہ کیا اور دہشت گردی مخالف دستے کے طریقۂ کار پر سوالیہ اٹھایا۔

غیر ملکی

● لندن۔ یورپی حقوق انسانی عدالت نے حقوق انسانی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مقدمہ چلائے بغیر گرفتار کئے جانے پر مسلم مذہبی رہنما ابوقتادہ کو ہرجانے کے طور پر ۲۵۰۰ پونڈ ادا کرنے کی ہدایت دی ہے۔ یورپ میں اسامہ بن لادن کا دایاں ہاتھ قرار دیے جانے والے ابوقتادہ کے حق میں یہ فیصلہ اس وقت آیا جب برطانیہ کی سپریم عدالت 'ہاؤس آف لارڈس' نے اس سے محض ایک دن قبل یہ فیصلہ سنایا تھا کہ صعوبتیں دینے کے اندیشے کے باوجود ابوقتادہ اردن بھیجا جاسکتا ہے۔

● کولمبو۔ حکومت سری لنکا کی دعوت پر اقوام متحدہ کے امدادی ادارے کے سربراہ جان ہومز نے سری لنکا کا سہ روزہ دورہ کیا اور حکام سے جنگ سے متاثرہ علاقوں کے بارے میں بات چیت کی۔

● ماسکو۔ روس نے دارفور سے متعلق اعلامیے کو سوڈان کے امن کے لئے پہلا قدم قرار دیتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا ہے۔ واضح رہے کہ دوحہ میں ۱۷ رفروری کو حکومت سوڈان تحریک انصاف ومساوات کے درمیان ایک امن معاہدہ ہوا جس سے دارفور میں امن کا قیام ہوسکتا ہے۔

● کابل۔ امریکی جنرل ڈیوڈ میک کیرنن نے کہا ہے کہ اس وقت افغانستان میں حالات کافی خراب ہیں اور امریکی فوج میں اضافے کے باوجود یہ سال بہت مشکل رہے گا۔

● کابل۔ افغانستان کے صدر حامد کرزئی نے غیر ملکی افواج کو خبردار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر عام شہریوں کی ہلاکت کے مسئلے پر وہ ہماری بات نہیں سنتی ہیں تو ہم لویا جرگہ بلائیں گے اور طالبان اور حکمت یار کو بھی بلا کر یہ فیصلہ کریں گے کہ آیا غیر ملکی فوج کو یہاں رہنا چاہئے یا نہیں۔

● بغداد۔ عراق میں پرتشدد واقعات میں ۸ عراقی فوجی ہلاک اور چار زخمی ہوگئے۔

● کرغزستان: کرغزستان کی پارلیمنٹ نے کثرت رائے سے اپنی سرزمین پر قائم امریکی فوجی اڈہ بند کرنے کے حق میں ووٹ دیا۔

● بغداد۔ سابق امریکی صدر جارج ڈبلیو بش پر جوتا پھینکنے والے عراقی صحافی کے خلاف مقدمے کی کارروائی آئندہ ماہ تک ملتوی کردی گئی۔

● جکارتہ۔ امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے یہاں انڈونیشیا کے صدر سوسیلو بامبنگ یودھویونو سے ملاقات کے بعد کہا کہ امریکہ جنوب مشرقی ایشیا کو نظر انداز نہیں کرے گا اور مغربی ایشیا میں امریکی پالیسی پر مسلم اکثریتی ملک کے غم وغصے کو دور کرے گا۔

● کولمبو۔ تمل ٹائیگرز کے کم سے کم دو ہوائی جہازوں نے کولمبو کی فضائی حدود میں داخل ہوکر ہائی سیکورٹی والے فوجی ٹھکانوں پر بمباری کی جس سے ۴۸ افراد شدید زخمی ہوگئے۔

● نیویارک: اقوام متحدہ کی ایجنسی برائے موسمیات نے کہا ہے کہ اس صدی میں پوری دنیا میں خشک سالی اور گرم ہواؤں کے واقعات میں اضافے کا اندیشہ ہے۔

● ڈھاکہ۔ بنگلہ دیشی سرکار نے سابق عبوری سرکار کے ذریعے جاری کردہ اس دہشت گردی مخالف آرڈی نینس کو منظوری دی ہے جس کے تحت دہشت گردوں کو سزائے موت دیے جانے کا انتظام ہے۔

● واشنگٹن۔ امریکہ کے وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے کہا ہے کہ افغانستان سے طالبان کو باہر نکالنے کے لئے جو لڑائی لڑی جارہی ہے اس میں امریکہ کو لوہے کے چنے چبانے پڑرہے ہیں۔

● نیویارک۔ امریکی ریاست پنسلوانیا میں ایک ہائی اسکول کی انتظامیہ نے فلسطینیوں کے سر پر اوڑھے جانے والے روایتی اسکارف کوفیہ پر پابندی عائد کرنے کا حکم صرف ایک روز بعد ہی واپس لے لیا۔

● نیویارک۔ امریکہ کی ممتاز شخصیات اور انسانی حقوق کی ۱۸ تنظیموں نے صدر بارک اوبامہ سے مطالبہ کیا ہے کہ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے حملوں سے اب تک مشتبہ افراد کی نظربندی اور ان کے ساتھ کئے جانے والے سلوک کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن تشکیل دیا جائے۔

● اقوام متحدہ: اقوام متحدہ میں ہندوستان کے سفیر نروپم سین نے ۱۹۲ رکنی جنرل اسمبلی کی غیر رسمی میٹنگ میں کہا کہ سلامتی کونسل کی توسیع کے مسئلے پر وقت برباد کرنے کے بجائے سنجیدگی کے ساتھ بات چیت کی ضرورت ہے۔

چینی کمیونسٹ پارٹی اور جماعت اسلامی پاکستان کے درمیان باہمی تعاون کا سمجھوتہ

بیجنگ۔ جماعت اسلامی پاکستان اور چین کی حکمراں کمیونسٹ پارٹی نے اتفاق کیا ہے کہ دونوں پارٹیاں طلبہ، خواتین اور مزدوروں کے وفود کا تبادلہ کرتے ہوئے باہمی تعاون کی عملی راہیں اختیار کریں گی۔ یہ سمجھوتہ ۱۲ رفروری کو چین کے دارالحکومت بیجنگ میں دونوں جماعتوں کے اعلیٰ وفود کے درمیان مفصل مذاکرات میں کیا گیا۔ چینی وفد کی قیادت چین کے ڈپٹی وزیر خارجہ مسٹر لیو ہانگ سئی (Mr Liu Hon cgia) نے کی۔ چینی وفد میں کمیونسٹ پارٹی کے دیگر اعلیٰ عہدیداران بھی شامل تھے۔ جماعت اسلامی پاکستان کے وفد میں قاضی حسین احمد، سید منور حسین، لیاقت بلوچ، سراج الحق، پروفیسر محمد ابراہیم خاں، عبدالغفار عزیز اور آصف لقمان قاضی شامل تھے۔

جماعت اسلامی پاکستان اور کمیونسٹ پارٹی نے باہمی مذاکرات میں اس امر پر اطمینان کا اظہار کیا کہ پاک چین دوستی ہر آزمائش میں پوری اتری ہے اور عوام کے درمیان بھی گہرے برادرانہ رشتے قائم ہیں۔ وفود نے اتفاق کیا کہ دونوں جماعتیں اس دوستی کو مزید مستحکم کرنے اور تعلقات کو مضبوط بنانے کے لئے باہم تعاون کریں گی۔ اس موقع پر قاضی حسین احمد نے چینی وفد کو یقین دلایا کہ جماعت اسلامی چین کی سلامتی کی خواہاں ہے اور یہاں کے کسی علیحدگی پسند گروپ کی حمایت نہیں کرتی۔ انھوں نے کہا کہ پاکستانی عوام چینی حکومت کے اس جذبے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ حالات کی خرابی کے باوجود اس نے پاکستان میں سرمایہ کاری جاری رکھی ہے۔ ۱۴ رفروری کو دورے کے آخری مرحلے میں یہ وفد ملک کے اقتصادی دارالحکومت شنگھائی پہنچا۔ ایئرپورٹ پر حکمراں پارٹی کے صوبہ شنگھائی کے اعلیٰ ذمہ داران اور پاکستانی قونصل جنرل نے وفد کا استقبال کیا۔ بعدازاں حکمراں پارٹی کے شنگھائی کے سربراہ مسٹر ینگ شیادو (Yong xiadu) نے پارٹی وفد کے ہمراہ جماعت اسلامی کے وفد سے مفصل مذاکرات کئے اور اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں جماعت کے وفد کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔ وفد میں سید منور حسن، لیاقت بلوچ، سراج الحق، سینیٹر محمد ابراہیم خان، عبدالغفار عزیز اور آصف لقمان قاضی شامل ہیں۔ چینی میزبان مسٹر ینگ شیادو نے جماعت اسلامی کے وفد کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کیا کہ یہ دورہ پاک چین تعلقات کی مضبوطی اور عوام کے دوستانہ تعلقات کے فروغ میں اہم کردار ادا کرے گا۔ مسٹر ینگ نے وفد کو شنگھائی میں ہونے والی اقتصادی ترقی کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور کہا کہ عالمی اقتصادی بحران کے باوجود شنگھائی کا اقتصادی و ترقیاتی سفر کامیابی سے جاری ہے۔ قاضی حسین احمد نے کہا کہ ہم اس رابطے کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں گے۔

انھوں نے کہا کہ پاکستان کے صنعت کاروں اور تاجروں کا ایک وفد شنگھائی بھیجا جائے گا تاکہ باہمی تجارت کے نئے مواقع اور شنگھائی کی ترقی سے فائدہ اٹھانے کے لئے نئی راہیں تلاش کی جائیں۔ قبل ازیں شنگھائی جانے سے پہلے قاضی حسین احمد نے صوبہ شانسی کے شہر 'شیان' کی ساڑھے بارہ سو سال پرانی جامع مسجد 'شانسی' میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا اور چینی مسلمانوں سے کہا کہ وہ چین کی ترقی اور استحکام کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ انھوں نے کہا کہ چینی مسلمان عالم اور چین کے درمیان پل کا کردار ادا کریں اور چینی معاشرے میں اپنے بہترین کردار سے اسلام کی عملی تصویر پیش کریں۔ قاضی حسین احمد نے مسجد سے ملحقہ دفاتر کا دورہ کیا اور مسلم خاندانوں سے ملاقات کی۔ بعدازاں جامع مسجد شانسی کے امام نے وفد کو استقبالیہ دیا۔ اس موقع پر دونوں طرف سے تحائف کا تبادلہ کیا گیا۔ ●●

ایک تربیتی اجتماع

آدیباسی سماج میں دعوت وخدمت خلق کے کافی مواقع ہیں

نئی دہلی۔ مرکزی شعبہ دعوت کے تحت آدی باسی سماج میں دعوتی کام کرنے والے دعاۃ کا دو روزہ تربیتی اجتماع ۱۵ ر اور ۱۶ رفروری کو منعقد کیا گیا۔ اس میں آٹھ ریاستوں کے چودہ شرکاء شریک ہوئے۔ پہلے دن کی کارروائی کا آغاز جناب محمد زین العابدین منصوری کے درس قرآن سورہ حج کی آخری دو آیات سے ہوا۔ پھر جناب محمد اقبال ملا سکریٹری شعبۂ دعوت نے افتتاحی کلمات میں اس پروگرام کی غرض وغایت بیان فرمائی۔ باہمی تعارف کے بعد شرکاء نے ایک سال کی رپورٹیں پیش کیں۔ رپورٹوں پر قیم جماعت جناب نصرت علی نے تبصرہ فرمایا اور مفید مشورے دیے۔ "آدیباسی سماج میں دعوتی کام کی اہمیت اور ضرورت" کے عنوان پر پانچ شرکاء نے اظہار خیال کیا۔ دوسرے دن بعد نماز فجر سکریٹری شعبۂ دعوت نے درس حدیث پیش کیا۔ اس کے بعد قیم جماعت کی تقریر ہوئی جس میں موصوف نے جماعت اسلامی ہند کا ایک تعارف پیش کیا۔ پھر ارشاد احمد قریشی نے آدیباسی سماج سے متعلق سرکاری امدادی اسکیموں کا تعارف کرایا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیے۔ چائے کے وقفے کے بعد جناب صدیق حسن نائب امیر جماعت کی زیر صدارت ایک مذاکرہ رکھا گیا جس کا عنوان "آدیباسی سماج میں دعوت کے موثر طریقے" تھا۔ اس موضوع پر چھ شرکاء نے اظہار خیال کیا اور اس کے بعد صدارتی خطاب ہوا۔ جناب اعجاز احمد اسلم سکریٹری جماعت نے داعی کے اوصاف پر تقریر فرمائی۔ ظہر کے بعد شرکاء نے اس تربیتی اجتماع پر اپنے تاثرات پیش کئے۔ آخر میں جناب محمد اقبال ملا نے اختتامی خطاب فرمایا۔ بعد نماز عصر محترم امیر جماعت، نائب امرائے جماعت جناب محمد جعفر، جناب صدیق حسن اور قیم جماعت کے ساتھ شرکاء کی اجتماعی ملاقات کرائی گئی۔

بنام ارکان اتر پردیش مغرب

جناب محمد عبدالغنی خاں صاحب کی رحلت اور مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب کے جماعتی رکنیت سے مستعفی ہونے کی وجہ سے علاقائی بنیاد پر مجلس نمائندگان کی دو اور حلقے کی مجلس شوریٰ کی دو خالی نشستوں کیلئے ارکان حلقہ اتر پردیش مغرب سے رائیں طلب کی گئی تھیں۔ رائے شماری کے بعد درج ذیل حضرات کثرت آراء سے منتخب قرار پائے:

برائے مجلس نمائندگان

(۱) ڈاکٹر تنویر احمد صاحب نمبر شمار مطابق فہرست ۵۳۳ (۲) مولانا انعام اللہ اصلاحی صاحب نمبر شمار مطابق فہرست ۷

برائے مجلس شوریٰ

(۱) ڈاکٹر تنویر احمد صاحب نمبر شمار مطابق فہرست ۵۳۳ (۲) ڈاکٹر سید فرحت حسین صاحب نمبر شمار مطابق فہرست ۲۸۵

بنام ارکان اتر پردیش مشرق

مولانا مقبول احمد فلاحی صاحب کے لکھنؤ، حلقہ اتر پردیش مغرب منتقل ہوجانے کی وجہ سے حلقہ اتر پردیش مشرق کی مجلس شوریٰ کی ایک نشست خالی ہوگئی تھی جسے پُر کرنے کے لئے ارکان حلقہ کی رائیں طلب کی گئی تھیں۔ رائے شماری کے بعد جناب محمد عارف الیاس علوی صاحب نمبر شمار مطابق فہرست ۱۸۰ کثرت آراء سے منتخب قرار پائے۔

بقیہ: انتظامیہ کی تبدیلی سے کوئی پالیسی تبدیلی نہیں آئے گی

پروگراموں کو جاری رکھنے کے فیصلوں کی توثیق وتصدیق کررہے ہیں۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق اوبامہ انتظامیہ نے بش لیگل ٹیم کی ان دلیلوں کو تسلیم کرلیا ہے جن کی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ سی آئی اے کے سابق نظر بند لوگوں کے مقدمات کی تفصیلات کو "سرکاری راز" کی دستاویز قرار دے کر بند کردینے کے لئے کہا گیا ہے جبکہ ملٹری کمیشن کے مقدمات کے دروازے کھلے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ ماہ رواں کے آغاز میں برطانوی کورٹ نے امریکہ کی تحویل میں مقید ایک شخص کو ٹارچر کرنے سے متعلق معلومات کو جاری کرنے سے انکار کے بارے میں امریکہ کے دباؤ کی جو بات کہی تھی اس کے سلسلے میں اوبامہ انتظامیہ نے برطانوی حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک بیان جاری کیا تھا کہ وہ حساس قومی سیکورٹی معلومات کی حفاظت کے اپنے وعدے پر قائم ہے۔ مذکورہ بالا اور اس قسم کی تمام باتیں اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ انتظامیہ کی تبدیلی سے امریکہ کی پالیسیوں میں ایسی کوئی بڑی تبدیلی واقع نہیں ہوگی جن کی لوگ امیدیں لگائے بیٹھے تھے یا جن کے بارے میں شہری آزادی کے علمبردار گروپ پریشانیوں کا اظہار کررہے تھے۔ وہائٹ ہاؤس کے کونسل گری گوری بی کریگ نے ایک انٹرویو میں بہت زور دے کر یہ بات کہی ہے کہ نئی انتظامیہ دنیا کے بارے میں بش کے نقطۂ نظر یا طریق عمل کو اختیار نہیں کررہی ہے لیکن ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ بارک اوبامہ کو دہشت گردی مخالف پالیسیاں وراثت میں ملی ہیں۔ ان سے انحراف کا ارادہ نہیں رکھتے۔ حلف برداری کے بعد چند دن کے اندر اوبامہ سول آزادی کے علمبردار گروپوں کے اندر خوشی اور جوش کی ایک لہر برپا کردی تھی جب انھوں نے رازداری کی جگہ شفافیت کی پالیسی اپنانے، سی آئی اے کے تفتیش کاروں کو آرمی فیلڈ مینول تکنیک تک محدود رکھنے، خفیہ قید خانوں کو بند کرنے، گوانتاناموبے کے عقوبت خانہ کو ایک سال کے اندر بند کردینے اور ملٹری کمیشن کے ذریعے مقدمات کی کارروائیاں بند کرنے کا اعلان کیا تھا لیکن حالیہ دنوں میں یہ سارے اعلانات عملاً مذاق ثابت ہورہے ہیں۔

بقیہ: کیا امریکہ اور ایران کے درمیان برف پگھلے گی؟

کب، کیسے اور کس نہج پر کریں گے آیا دونوں ممالک اپنے اپنے موقف میں کسی قسم کی لچک کا مظاہرہ کریں گے جو کہ مذاکرات کی کامیابی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ممالک اور جرمنی نے نئی امریکی انتظامیہ کی جانب سے ایران کے ساتھ ایٹمی پروگرام پر مذاکرات کی پیشکش کا خیر مقدم کیا ہے۔ جرمن وزیر خارجہ نے فرینکفرٹ میں منعقد ہونے والے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امید ہے کہ ایران امریکہ کی اس پیشکش کا مثبت جواب دے گا اور اسے امریکہ کی کمزوری نہیں سمجھے گا۔

بہت سے تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ امریکہ ایران کے ساتھ نیوکلیئر پروگرام یا دوطرفہ تعلقات کو ہی بہتر نہیں بنانا چاہتا بلکہ خطے کے بہت سے دیگر معاملات یا ایشوز کا تعلق بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ ایران سے ہی ہے انہیں حل کرنا چاہتا ہے۔ وہ پہلے مرحلے پر ان ایشوز کو زیر بحث لائے گا۔ عراق میں امن وامان کے قیام کے لئے ایران کا اثر ورسوخ کا استعمال اسی طرح فلسطین میں تحریک آزادی اور جہاد میں افغانستان میں نیٹو افواج کے خلاف برسرپیکار طالبان کو ایران ہی کی طرف سے امداد مل رہی ہے حالانکہ حقائق وواقعات کی روشنی میں اس قسم کے الزامات میں صداقت نظر نہیں آتی تاہم یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ اگر امریکہ خطے میں کامیابی کے حصول اور امن وامان کے قیام کا خواہاں ہے تو اسے ایران کو مذاکرات کی میز پر لانا ہوگا۔ اس وقت ایران سے زیادہ امریکہ کو ایران کی ضرورت ہے کیونکہ ماضی کو پالیسیوں نے بھی ثابت کردیا ہے کہ ایران کو دھمکیوں، پابندیوں اور جنگ سے ڈرا کر دام میں نہیں لایا جاسکتا۔ اب امریکہ کے پاس ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے مذاکرات۔ مذاکرات اسی وقت کامیابی سے ہمکنار ہوسکتے ہیں اگر وہ برابری کی سطح پر ہوں اگر امریکہ بطور سپر پاور بات آگے بڑھانا چاہے گا تو پھر یہ بیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی۔ ●●

بقیہ: کیا اس کو برف کا پگھلنا تسلیم کیا جائے

رہا ہے کہ اس کو فلسطینیوں کا نمائندہ تسلیم کرایا جائے لیکن وہ اپنی تمام کوششوں میں ناکام رہا ہے اور کشمکش چونکہ اسرائیل اور حماس کے درمیان تھی لہٰذا محمود عباس کہیں نظر ہی نہیں آتے۔ اس مسئلے میں جتنے بھی کردار ہیں ان کے سامنے اب سوال یہ ہے کہ اس مسئلے کو مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے یا تصادم کو جاری رہنے کا موقع دیا جائے۔ تصادم کے حق میں کوئی بھی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ امریکہ کے لئے بھی طاقت کے بے دریغ اور بلا جواز استعمال کی آنکھیں موند کر حمایت کرنا آسان نہیں رہ گیا ہے۔ حالیہ تین ہفتوں کی جنگ نے حماس کے علاوہ سبھی کی مشکلات بڑھادی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ اب یہ چاہتا ہے کہ بات چیت کا راستہ اختیار کیا جائے اور حماس کی حیثیت کو تسلیم کرکے اس کے ساتھ بات چیت کی جائے۔ کیا اس کو یہ سمجھا جائے کہ برف پگھل رہی ہے؟ ●●

دستور میں دی گئی مذہبی آزادی کو ملحوظ رکھنا چاہئے

نئی دہلی۔ "ہمارا دستور اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اقلیتوں کے پرسنل لا میں مداخلت نہیں ہوگی۔ یہ حق جس طرح ملک کی دوسری اقلیتوں کو حاصل ہے، مسلمانوں کو بھی حاصل ہے۔ زیر بحث داڑھی کا مسئلہ دراصل مسلمانوں کے لئے ٹیسٹ اور امتحان ہے۔ اگر مسلمان اس موقع پر خاموش رہے تو حکومت آئندہ کسی بڑے شرعی مسئلے میں یہ کہہ کر مداخلت کرے گی کہ یہ فلاں اور فلاں کی رائے ہے اور اپنی پسند کے کسی عالم سے فتویٰ دلوادے گی"۔ مذکورہ خیالات کا اظہار امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری نے آل انڈیا اسلامک کلچرل سنٹر نئی دہلی میں منعقدہ "تحفظ شریعت کانفرنس" میں کیا جس کا اہتمام جمعیۃ علماء ہند نے کیا تھا۔ واضح رہے کہ پچھلے دنوں انڈین آرمی کے ایک مسلمان نوجوان آفتاب انصاری کو اس کے افسر بالا کی طرف سے داڑھی رکھنے سے منع کرنے پر اس نے چنڈی گڑھ ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کردیا تھا۔ وہاں سے بات نہیں بنی تو سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ سپریم کورٹ میں حکومت کی طرف سے یہ موقف پیش کیا گیا کہ مسلمانوں میں داڑھی رکھنا کچھ ضروری نہیں جیسا کہ سکھوں کے لئے لازم ہے۔ اب خدشہ یہ ہے کہ اگر سپریم کورٹ نے اس کے خلاف فیصلہ دے دیا تو کم از کم مسلمان فوجی ملازم داڑھی رکھنے کے مذہبی حق سے محروم ہوجائیں گے اور اس کا اثر حکومت کے دوسرے شعبوں پر بھی پڑے گا۔ امیر جماعت نے اس بات پر زور دیا کہ یہ طے کرنا حکومت کا کام نہیں ہے کہ اسلام میں کیا واجب ہے اور کیا غیر واجب۔ یہ طے کرنا ہمارا کام ہے۔ مولانا نے کہا کہ اس مسئلے پر سب کا اتفاق ہے کہ داڑھی ہونی چاہئے اور لمبی ہونی چاہئے۔ جو مسلمان داڑھی نہیں رکھتا اس کے اندر بھی ایک طرح کا احساس جرم پایا جاتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے داڑھی رکھی، آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور بعد کے صلحاء امت نے داڑھی رکھی اور میرا عمل اس کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ کوئی دلیل نہیں کہ بہت سارے مسلمان داڑھی نہیں رکھتے۔ مولانا نے کہا کہ عام لوگوں کے لئے یہ داڑھی ایک چھوٹا سا مسئلہ معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت یہ ایک علامت (Symbol) ہے۔ امت کے تمام فقہی مذاہب میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے کا واضح حکم دیا ہے اور فرمایا کہ ایران کے مجوسی داڑھی کٹواتے اور مختصر رکھتے ہیں، تم اپنے طرز عمل سے ان کی مخالفت کرو، داڑھی رکھو، خود آپؐ نے لمبی داڑھی رکھی اور اس کی تاکید فرمائی۔ امیر جماعت نے حکومت اور عدالتوں کو بھی اس طرف توجہ دلائی کہ دستور ہند نے مسلمانوں کو مذہبی آزادی کا جو حق دیا ہے اور اس پر عمل کرنے کی جو آزادی دی ہے اسے اپنے فیصلوں میں انہیں ملحوظ رکھنا چاہئے۔ ملک کی اقلیتوں کو دستور نے اسی لئے تحفظات اور ضمانتیں فراہم کی ہیں کہ ان کے ساتھ کسی طرح کی زیادتی اور حق تلفی نہ ہونے پائے، وہ اپنے مذہب پر آزادی سے عمل کرسکیں۔ اس کی تبلیغ واشاعت کرسکیں اور ان کا داخلی نظام باہری مداخلتوں سے محفوظ رہے۔

مرکز کا ہفتہ وار پروگرام

مسلمان انتخابی سیاست میں اہم رول ادا کرسکتے ہیں

نئی دہلی۔ "آئندہ پارلیمانی انتخابات میں مسلمانان ہند اہم رول ادا کرسکتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنے اجتماعی شعور سے کام لیں، ان کی مجموعی قیادت ایثار وقربانی کے جذبے سے کام کرے اور کم سے کم ایک سو حلقوں میں مسلم رائے دہندگان کو ٹیکٹیکل ووٹنگ کے لئے تیار کیا جائے۔ ایک شکل یہ ہوسکتی ہے کہ تمام پارٹیوں کے سامنے صرف یہ مطالبہ رکھا جائے کہ جو پارٹی پورے ملک سے صرف دو مسلم رہنماؤں کو لوک سبھا میں بھیجنے کو یقینی بنانے کا اعلان کرے، مسلمان پورے ملک میں اسی کو ووٹ دیں گے۔ ان دو امیدواروں کا انتخاب مسلم قیادت خود کرے"۔

ان خیالات کا اظہار مرکز جماعت اسلامی ہند کے ہفتہ وار پروگرام منعقدہ ۱۴ رفروری کو مدیر سہ روزہ دعوت جناب پرواز رحمانی نے کیا۔ موصوف "آئندہ پارلیمانی انتخابات اور مسلمانوں کی حکمت عملی" کے زیر عنوان اظہار خیال کررہے تھے۔ مدیر دعوت نے اس موقع پر ملک کی آزادی کے ساٹھ سالہ دور کا تفصیل سے جائزہ لیا اور مختلف پارلیمانی انتخابات میں مختلف پارٹیوں کی حکومتوں کی تشکیل اور ان کی کارکردگی پر روشنی ڈالی اور انتخابات میں مسلمانوں کے رول کی اہمیت کا ذکر کیا۔ مدیر دعوت نے اس عام صورتحال پر اظہار افسوس کیا کہ کسی علاقے میں اگر کوئی پارٹی کامیاب ہوجاتی ہے تو وہ اس سے حوصلہ پاکر کل ہند سطح پر اپنے امیدوار کھڑے کرنے اور الیکشن لڑنے کا منصوبہ بنانے لگتی ہے اور ایسی صورت میں بڑے پیمانے پر مسلمانوں کے ووٹ منتشر ہوتے ہیں اور فائدہ مخالف پارٹیوں کو ہوتا ہے۔ اس سیاق میں انھوں نے نام لئے بغیر چاندنی چوک (پرانی دہلی) حلقہ سے ایک مسلمان امیدوار کے دو بار الیکشن میں کھڑے ہوکر مسلمانوں کا ووٹ کاٹنے اور بی جے پی کو فائدہ پہنچانے کا ذکر کیا۔ آسام کے یوڈی ایف کا بھی ذکر کیا جس کے قائد مولانا بدرالدین اجمل نے قومی سطح پر اپنے امیدوار میدان میں اتارنے کا فیصلہ کیا ہے۔

انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کی قوت کا احساس حکومت کو مختلف مواقع پر ہوتا رہا ہے۔ مشاورت کی تشکیل اور اس کی ملک گیر تحریک کے بعد ایمرجنسی کے بعد اور دیوبند کے صد سالہ جشن کے موقع پر حکومت کو اس کا بخوبی احساس ہوا کہ مسلمان ایک بڑی قوت ہیں لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمان اپنی اس قوت کا استعمال کسی مشترکہ اور منصوبہ بند حکمت عملی کے تحت نہیں کرتے۔ مسلمانوں کی مختلف علاقائی اور قومی سطح کی قیادتوں کے درمیان مناسب تال میل اور ہم آہنگی کا فقدان ہے اور ان کے اندر اجتماعی مفاد کے لئے قربانی کا جذبہ بھی نہیں ہے۔ اس موقع پر انھوں نے ملت مسلم اتحاد کی حقیقت پر بھی تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں تبصرہ کیا اور کہا کہ ان کے اندر کوئی پختہ سیاسی شعور نہیں ہے اور انہیں ہر پارٹی اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتی رہی ہے اس لئے نہ تو ان پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے، نہ ان کے ساتھ مل کر کوئی ٹھوس پروگرام بنایا جاسکتا ہے اور نہ کسی بہتر نتیجے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ پروگرام میں جماعت کی مرکزی قیادت کے علاوہ بڑی تعداد میں شرکاء موجود تھے۔

(رپورٹ: عبدالحق فلاحی)

مسجد اشاعت اسلام کے توسیعی منصوبے کا سنگ بنیاد

نئی دہلی۔ مرکز جماعت اسلامی ہند کے کمپلیکس میں واقع مسجد اشاعت اسلام ٹرسٹ کے توسیعی منصوبے کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے۔ ۲۰ رفروری کو بعد نماز جمعہ محترم امیر جماعت مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نے سنگ بنیاد رکھتے ہوئے اللہ جل شانہ سے منصوبے کی تکمیل میں مدد اور مسجد میں خیر وبرکت کی دعا کی۔ اس موقع پر کئی ذمہ داران جماعت کے علاوہ بڑی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ منصوبے کے مطابق مسجد کے دونوں طرف شمال اور جنوب میں چالیس چالیس فٹ توسیع کی جائے گی۔ جنوبی حصے میں خواتین کیلئے نماز اور اجتماعات کا اہتمام کیا جائے گا۔ مسجد کے اندر فی الحال چھ سو نمازیوں کی گنجائش ہے جو جمعہ کی نماز کے لئے بالعموم کم پڑجاتی ہے اور بڑی تعداد میں لوگ مشرقی حصے میں لان پر نماز ادا کرتے ہیں۔ برسات اور شدید گرمی کے موسموں میں یہ پریشانی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ مسجد میں عیدین کی نماز بھی ہوتی ہے جس میں بہت بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔ کثیر تعداد میں خواتین کی شرکت کی وجہ سے جگہ کی کمی کا مسئلہ شدید ہوگیا ہے۔ واضح رہے کہ مسجد کی تعمیر کا آغاز ستر کی دہائی کے اواخر میں مرکز جماعت کیلئے اراضی کی خرید کے بعد ۸۰ کی دہائی کے اوائل میں ہوا تھا۔ مسجد کو تمام جدید سہولتوں سے آراستہ کرنے کا منصوبہ بھی ہے۔

قسطنطنین کی دیواریں (۳)

عبدالحفیظ بٹ

قسطنطنیہ کی تسخیر کیلئے طاقتور دور مار توپ کی تیاری

قسطنطنیہ کی فتح کے لئے درکار طاقتور دور مار توپ کی تیاری کے لئے سلطان محمد نے ایک توپ بنانے کے ماہر عوربان کی رہائی کے لئے خفیہ منصوبہ بنایا۔ عوربان ایک عیسائی انجینئر تھا جو قسطنطنیہ کی ایک جیل میں قید تھا۔ عوربان اعلیٰ دماغی صلاحیتوں کا حامل بہترین انجینئر تھا۔ اسے چھوٹی بڑی ہر طرح کی توپیں بنانے میں مہارت حاصل تھی۔ شاہ قسطنطین نے عوربان کی کسی بات پر ناراض ہو کر اسے جیل میں ڈلوا دیا تھا۔

عوربان کی رہائی کے لئے سلطان نے اپنے چند خاص آدمیوں کو قسطنطنیہ بھیجا۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ پہلے جیل کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کریں اور پھر سرنگ کھود کر عوربان کو رہا کرانے کا منصوبہ بنائیں۔ سلطان کے یہ خاص آدمی اپنے مشن میں کامیاب لوٹے، وہ عوربان کو قسطنطنیہ کی جیل سے نکال کر سلطان کے دربار میں لے آئے۔

اب سلطان نے عوربان کے سامنے اپنا ہدف رکھا اور اسے صاف صاف بتا دیا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ عوربان نے سلطان محمد کے منصوبے کے مطابق ۱۲ انچ قطر کی ایک طاقتور دور مار توپ تیار کردی۔ یہ ایک زبردست توپ تھی جس میں سے ڈھائی فٹ کے بڑے بڑے گولے نکلتے تھے۔ اس توپ کے علاوہ سلطان محمد نے عوربان کو چھوٹی اور آسانی سے حرکت کرنے والی توپیں بنانے کا حکم بھی جاری کیا۔ ایک طرف تو زمینی حملے کے لئے اسلحہ تیار کیا جارہا تھا، دوسری طرف بحری محاصرے کے لئے ۱۸۰ بحری جہازوں کا بیڑا بھی تیار کروایا گیا۔ سلطان محمد کو یہ بھی خیال تھا کہ قسطنطین کے دو بھائی یونان میں مقیم ہیں، عین ممکن ہے کہ وہ قسطنطنیہ کے لئے کسی قسم کی امداد لے کر پہنچیں، چنانچہ اس نے فوج بھیجی جو جزیرہ نما مورچہ پر قابض ہوگئی جس سے یونان اور قسطنطنیہ کا بحری رابطہ کٹ گیا۔

فیصلہ کن معرکہ:

۱۶ اراپریل ۱۴۵۳ کو تمام تیاریوں سے فارغ ہو کر سلطان بالآخر اپنی ڈھائی لاکھ فوج کے ساتھ قسطنطنیہ پہنچا۔ اس موقع پر اس کی فوج کا مورال بہت بلند تھا ہر کوئی شہر فتح کرنے کے لئے بیتاب تھا۔ علماء اور مشائخ بھی فوج کے ساتھ آئے تھے اور مجاہدین کے دلوں کو گرما رہے تھے۔ سلطان نے اپنے ہیڈ کوارٹر پر پرچم لہرانے سے پہلے نماز پڑھی اور اس کے پیچھے مجاہدین نے بھی یہی کیا۔ نماز کے بعد فتح ونصرت کے لئے خصوصی دعائیں مانگی گئیں۔

سلطان نے جنگ شروع کرنے سے قبل قسطنطین کو پیغام بھجوایا کہ وہ شہر ترکوں کے حوالے کردے تاکہ کسی قسم کی خونریزی سے بچا جاسکے۔ مگر قسطنطین نے یہ نامنظور کردیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطان کا مدمقابل بھی مضبوط اعصاب والا اور باہمت انسان تھا۔ محاصرے سے قبل جب اس کو یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنے اہل خانہ کو لے کر شہر سے نکل جائے تو وہ سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ اس کا جینا اور مرنا قسطنطنیہ کے لئے ہے۔ اس مصیبت کی گھڑی میں وہ اہل شہر کو تنہا چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔

قسطنطین کے شہر کو حوالے کرنے سے انکار کے فوراً بعد محاصرہ شروع ہوا اور قسطنطنیہ کو خشکی اور سمندر دونوں اطراف سے گھیر لیا گیا۔ سینٹ رومانوس کے دروازے کی طرف سے فصیل کچھ کمزور تھی جس کے پیش نظر یہاں پر متعین افواج اپنا پورا زور لگارہی تھیں۔

سلطان کی خاص فوج "ینی چری" اور عیسائیوں کے درمیان زبردست معرکہ آرائی ہورہی تھی۔ سلطان کی بھاری توپیں بار بار فصیل میں شگاف ڈالتیں مگر یونانی اس کی فوری مرمت کرو دیتے۔

ایک دفعہ سلطان نے اپنی فوج کو خندق کے کنارے تک لے جاکر کئی جگہ سے خندق کو پاٹنے کے راستے بنائے۔ اس کوشش میں عثمانی فوجیں فصیل تک جاپہنچیں مگر عیسائیوں نے روغن جلا جلا کر ان پر پھینکنا شروع کیا۔ مجبوراً انہیں واپس ہونا پڑا۔ اب سلطان نے ایک اور تدبیر آزمائی۔ لکڑی کے اونچے اونچے برج (ٹاورز) بنوا کر ان کے نیچے پہیے لگوا دیئے۔ ان برج (ٹاورز) کے ساتھ ساتھ ایک لمبی سیڑھی اوپر کے حصے سے بندھی ہوئی تھی۔ ان برجوں کو خندق کے کنارے لے جاکر اور اس سیڑھی کو اوپر سے اٹھا کر دوسرا سرا قلعے کی دیوار پر رکھ دیا گیا۔ اس طرح خندق کے پاٹنے کے لئے پل بنایا گیا۔ جب عثمانی سپاہی اس پر چڑھ کر فصیل تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے تو عیسائی محصورین نے برجوں پر جلتے ہوئے گولے پھینک کر ان میں آگ لگادی، اس طرح یہ تدبیر بھی ناکام گئی۔

۱۸ اراپریل ۱۴۵۳ء کو عثمانی فوج اور یونانیوں میں گھمسان کا رن پڑا، لیکن یونانی سپاہ نے زبردست مدافعت کی جس کی وجہ سے ترکوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ دوسری طرف اسی روز کی بحری جھڑپ میں یونانیوں کے بڑے بڑے بحری جہازوں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے جب ترکی بحری بیڑا آگے بڑھا تو شدید گولہ باری کی وجہ سے اسے خاصا نقصان اٹھانا پڑا۔ تیز سمندر کے گرد زنجیروں کو کاٹنے میں بھی وہ ناکام رہے۔ دو دن کے بعد جنیوا سے جہاز مدد لے کر قسطنطنیہ کے قریب پہنچے تو ترکوں نے انہیں سمندر میں گھیر لیا، مگر ہوا اچانک اس طرح چلی کہ اطالوی جہاز عثمانی جہازوں کو چکما دے کر ان کے درمیان سے راستہ بناتے ہوئے قسطنطنیہ کی بندرگاہ میں داخل ہوگئے۔

بحری جنگی تاریخ کا معجزہ:

لگاتار ناکامیوں نے سلطان کے عزم میں کمی کرنے کے بجائے اسے مزید کوششوں پر آمادہ کیا۔ اس بار وہ قسطنطنیہ فتح کرنے کا پختہ ارادہ کر کے آیا تھا۔ اب وہ رات دن اس فکر میں رہتا کہ ان حالات میں جب بری اور بحری فوجیں اپنا زور لگانے کے باوجود کامیاب نہیں ہوسکی ہیں کون سا لائحہ عمل بہتر رہے گا۔ کافی سوچ بچار کے بعد سلطان اس نتیجہ پر پہنچا کہ گولڈن ہارن (شاخ زریں) پر واقع بندرگاہ کی طرف سے شہر کی فصیل نہ زیادہ اونچی ہے اور نہ خندق مضبوط، اگر اس طرف سے حملہ کیا جائے تو کامیابی کے امکانات زیادہ ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ گولڈن ہارن (شاخ زریں) کے دہانے پر ایک زبردست زنجیر اور مضبوط یونانی بحری بیڑا موجود تھا جو ترکوں کو کسی صورت وہاں داخل نہ ہونے دیتا۔ سلطان چاہتا تھا کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ یونانی بحری بیڑے سے تصادم ہوئے بغیر اس کے بحری جہاز گولڈن ہارن (شاخ زریں) پہنچ جائیں۔ اس کے لئے ایک عجیب وغریب ترکیب اس کے ذہن میں آئی کہ بیڑے کے ایک حصے کو خشکی کے راستے گولڈن ہارن پہنچایا جائے۔ آبنائے باسفورس اور گولڈن ہارن کے بیچ میں خشکی کی ایک پٹی تھی جس کی لمبائی دس میل تھی۔ یہاں کی زمین ناہموار تھی اور اس میں جگہ جگہ چھوٹے درختوں کے جھنڈ تھے۔

سلطان چاہتا تھا کہ خشکی کے اس حصے میں سمندری جہاز چلیں اور بندرگاہ تک پہنچ جائیں۔ اس نے اپنے انجینئروں کے سامنے جب یہ تجویز رکھی تو وہ ششدر رہ گئے مگر سلطان نے ان کو قائل کرلیا۔ چنانچہ انہوں نے ٹیلوں کو ہموار کیا اور جنگل سے درخت کاٹ کر ان کے تختے بنوائے۔ پھر ہزاروں جانور ذبح کر کے ان کی چربی ان تختوں پر ملوا کر انہیں اس طرح بچھا دیا گیا کہ ان پر کشتیاں چڑھا کر انہیں کھینچا جاسکے۔

۲۲ اراپریل ۱۴۵۳ کی رات قسطنطنیہ کے لئے بہت سخت تھی۔ عثمانی توپیں گرج گرج کر آگ کے گولے اُگل رہی تھیں تاکہ یونانی اپنی پوری توجہ اس طرح مرکوز رکھیں۔ دوسری طرف سلطان کے آدمی تیل ملے تختوں پر کشتیاں پھسلا پھسلا کر راتوں رات 70-80 کشتیوں اور چھوٹے جہازوں کو خشکی کے راستے گولڈن ہارن (شاخ زریں) تک پہنچانے میں کامیاب ہوگئے۔

جب صبح اُٹھ کر اہل شہر نے ترکی بحری بیڑے کو گولڈن ہارن میں موجود پایا تو ان کی حیرت واضطراب اور خوف وہراس کی انتہا نہ رہی۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ بھاری زنجیر اور جنگی جہازوں کے مضبوط حصار کو توڑے بغیر ترکوں کی یہ کثیر تعداد کشتیاں کس طرح ان کے سروں تک پہنچ گئیں! قسطنطین کو جب عثمانی بیڑے کے بندرگاہ میں داخل ہونے کی خبر ملی تو وہ صدمے سے نڈھال ہوگیا۔ بحری تاریخ کا ناقابل یقین معجزہ ظہور پذیر ہوچکا تھا۔ بہر صورت قسطنطین نے اپنے جہازوں کو ترکوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا، مگر ترک جہاز چھوٹے تھے اور جہاں لنگر انداز تھے وہاں خلیج بہت کم گہری تھی۔ اس گہرائی میں یونانی کے بڑے بڑے جہاز داخل بھی نہ ہوسکتے تھے۔ ان جنگی بحری جہازوں کی خوبی خرابی میں بدل گئی۔

آخری حملہ:

جب محاصرے کو ۵۱ روز گزر گئے تو سلطان نے آخری اور فیصلہ کن حملے کا فیصلہ کرلیا۔ اس سے قبل وہ قسطنطین اور اہل شہر کو بچانے کی ایک کوشش ابتداء میں ہی کرچکا تھا۔ اس نے اپنے ایک سردار اسفندیار اوغلی کے ذریعے قسطنطین کو پیغام بھجوایا کہ اگر وہ شہر اس کے حوالے کردے تو اسے اور تمام اہل شہر کو ہر طرح کے تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اور خود شہنشاہ کو ترکوں کے مقبوضہ جزیرہ نما موریا منتقل ہونے اور اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرنے کی آزادی ہوگی۔ اس پیشکش کو نامنظور کرنے کی صورت میں شہنشاہ یا اہل شہر کے جان ومال کی کوئی ضمانت نہیں ہوگی۔

۲۷ اور ۲۸ رمئی ۱۴۵۳ء کی درمیانی شب رات بھر عثمانی فوج کے خیموں میں چراغاں رہا۔ مجاہدین عبادت کرتے رہے۔ سارے کیمپ میں جوش وخروش نظر آرہا تھا۔ دوسری جانب اہل قسطنطنیہ بھی بحری جہازوں کی آمد کے بعد اپنے مستقبل سے مایوس نظر آرہے تھے اور بڑے متوقع حملے کی اطلاع انہیں مل چکی تھی، ان کی یہ رات بہت بے چینی اور اضطراب میں کٹی۔ شہنشاہ قسطنطین سینٹ صوفیہ کے گرجے میں عورتوں اور مردوں کے ساتھ پہنچا اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی چاہی، پھر ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ قسطنطین کے انداز سے یوں معلوم ہورہا تھا کہ اسے قسطنطنیہ کے ہاتھ سے چلے جانے کا یقین ہوگیا تھا۔ وہ اپنے عظیم محل کے بڑے بڑے کمروں میں گھومتا رہا جہاں وہ اور اس کے پیشرو بادشاہ صدیوں سے بڑی شان وشوکت سے حکومت کرتے رہے تھے۔ اب قیصروں کا آخری قیصر ان یادگاروں پر آہیں بھرتا ہوا اپنی فوج کو ہدایات دینے کے لئے روانہ ہوگیا۔

......اور قسطنطنیہ فتح ہوگیا

طلوع فجر سے پہلے ہی ترکوں نے حملہ کردیا۔ فصیل کے ہر حصے پر خوفناک لڑائی چھڑ گئی۔ سب سے زیادہ سخت معرکہ سینٹ رومانوس کے دروازے کی جانب ہوا۔ ترکوں کی طرف سے بے قاعدہ فوج نے حملے کی ابتدا کی۔ اس فوج کے حملے کا مقصد دشمن کی قوت مدافعت کو کمزور کر کے باقاعدہ فوج کے حملے کی راہ ہموار کرنا تھا۔ کسی حد تک تو پورا ہوا لیکن دشمن اس زبردست طریقے سے مدافعت کررہا تھا اس کے پسپا ہونے کے آثار نظر نہ آتے تھے۔

سلطان اپنے ہاتھوں میں آہنی گرز لئے گھوڑے پر سوار تھا۔ دوپہر تک لڑائی پورے زور وشور سے جاری تھی کہ سلطان نے اپنے ایک ساتھی کو اپنے پیرومرشد کی خدمت میں روانہ کیا جو خاص دعا اور روحانی مدد کے لئے اس کے ساتھ آئے تھے۔ سلطان کو اندیشہ تھا کہ اگر آج شہر فتح نہ ہوا تو ترک اس کو ناقابل تسخیر سمجھنے لگیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی تازہ دم فوج "ینی چری" کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ینی چری نے جو سلطان کی خاص تربیت یافتہ فوج تھی، پُرزور طریقے سے حملہ کیا۔ آغا حسن جو ینی چری کا ایک تندرس وتوانا اور قوی ہیکل مجاہد تھا اپنے ساتھ تین مجاہدوں کو لے کر آگے بڑھا اور فصیل پر چڑھ کر علم لہرانے کی کوشش کی۔ وہ اور اس کے ساتھ یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کرگئے۔ تاہم ان کے پیچھے آنے والے دیگر مجاہدین کے لئے راستہ صاف ہوگیا۔ وہ بہ عجلت فصیل پر چڑھ کر شہر میں داخل ہوگئے اور سلطانی علم لہرا دیا گیا۔ ایک طرف بری فوج کو کامیابی ہوئی تو دوسری طرف بحری فوج نے بھی ایک برج (ٹاور) پر چڑھ کر سلطانی جھنڈا لہرا دیا۔ یونانیوں میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ شہر پر قبضہ ہوگیا ہے اور اس کے ساتھ ہی مدافعت دم توڑ گئی۔ شہنشاہ قسطنطین نے اپنے وفادار ساتھیوں کے ہمراہ پسپائی کو روکنے، اپنے آدمیوں کو اکٹھا کرنے اور آگے بڑھ کر مجاہدین سے مقابلہ کرنے کی ناکام کوشش کی مگر وہ خود بغیر کسی شناخت کے انتہائی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اگلے روز اس کی لاش لاشوں کے ایک ڈھیر سے برآمد ہوئی جو محض اس وجہ سے پہچان لی گئی کیونکہ اس کے ارغوانی جوتے ایک سنہری عقاب سے مرصع ہونے کے باعث بڑے نمایاں تھے۔

۴۵ سالہ شہنشاہ کی موت کے ساتھ ہی سلطنت قسطنطنیہ کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا۔ ظہر کے وقت سلطان محمود ثانی اپنے وزراء، سپہ سالار اور فوج کے جلو میں باب سینٹ رومانوس سے شہر میں داخل ہوا اور بازاروں سے گزرتا ہوا سینٹ صوفیہ پہنچا۔ دروازے پر پہنچ کر اس نے پاؤں سے جوتے اُتارے اور اللہ کے آگے عاجزی کے اظہار کے لئے سر پر خاک ڈالی۔ اس کے بعد وہ گرجا گھر میں داخل ہوا اور اس کی خوبصورتی اور خوشنمائی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ قربان گاہ پر پادریوں نے اس کا استقبال کیا۔ سلطان نے کلیسا کے سب سے بڑے افسر کو نہ صرف یہ کہ اس کے منصب پر فائز رکھا بلکہ مسیحیوں کے باہمی مقدمات کی عدالت کے اختیارات بھی اس کو سونپے۔ اس کو مسیحی برادری کے لئے سفارشات کرنے اور کسی قسم کی ناانصافی کی صورت میں اس کا ازالہ کرنے کا مختار بھی بنایا۔

۴۵ سالہ شہنشاہ کی موت کے ساتھ ہی سلطنت قسطنطنیہ کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا۔ ظہر کے وقت سلطان محمود ثانی اپنے وزراء، سپہ سالار اور فوج کے جلو میں باب سینٹ رومانوس سے شہر میں داخل ہوا اور بازاروں سے گزرتا ہوا سینٹ صوفیہ پہنچا۔ دروازے پر پہنچ کر اس نے پاؤں سے جوتے اُتارے اور اللہ کے آگے عاجزی کے اظہار کے لئے سر پر خاک ڈالی۔ اس کے بعد وہ گرجا گھر میں داخل ہوا اور اس کی خوبصورتی اور خوشنمائی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر سلطان نے ایک شخص کو اذان دینے کا حکم دیا اور اس طرح پہلی مرتبہ صوفیہ کی پرشکوہ عمارت سے گھنٹیوں کی آواز گونجنے کے بجائے خدا کی عظمت کی صدا بلند ہوئی۔ گرجے سے نکل کر سلطان نے شہر کا ایک گشت لگایا۔ قدم قدم پر اسے گزرے ہوئے سلاطین کے محلات کے نظارے نے افسردہ کردیا اور اس نے یہ شعر پڑھا:

پردہ داری می کند بر قصر کسریٰ عنکبوت
بوم نوبت می زندگی برگنبد افرسیاب

(ترجمہ) کسریٰ شاہ ایران کے محل میں مکڑی کے جالے بنے ہوئے ہیں اور افراسیاب کے گنبد پر الو اپنی نوبت بجا رہا ہے۔

قیصر کے محلات جو یورپ اور ایشیا کی بہترین مصنوعات، نفیس چیزوں اور آثار قدیمہ سے بھرے پڑے تھے اب ترکان عثمانیہ کے قبضے میں آگئے تھے۔

خیال رہے کہ قسطنطنیہ وہ شہر تھا جس کے فاتح اور اس کی فوج کی آپؐ نے تعریف فرمائی تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد سے لے کر اس وقت تک کئی مہمات اس شہر کو فتح کرنے میں ناکام رہی تھیں۔ اس فتح کی وجہ سے سلطان محمد ثانی کو "فاتح" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سلطان محمد نے جب قسطنطنیہ فتح کیا اس وقت اُس کی عمر ۲۳ برس تھی۔ اس لحاظ سے اسے نپولین اور سکندریہ سے ایک گونہ نسبت ہے، جنہوں نے اپنی فتوحات کا آغاز اندازاً اسی عمر میں کیا تھا۔ اس عظیم الشان فتح کے بعد سلطان نے اپنے ایلچیوں کو اسلامی دنیا کے مختلف حصوں میں اس خوشخبری کے اعلان کے لئے بھیجا۔ اس مبارک خبر نے پورے عالم اسلام میں خوشی کی لہر دوڑا دی۔ سلطان محمد فاتح عثمانی نے قسطنطنیہ کا نام بدل کر "اسلام بول" رکھا جو آگے چل کر استنبول بن گیا۔ آج استنبول ترکی کا اہم شہر ہے۔ قسطنطنیہ کی دیواروں اور شہر کو جنگ کے دوران جو نقصان پہنچا تھا سلطان نے فتح کے بعد ان دیواروں اور شہر کی تعمیر ومرمت کروائی اور انہیں پھر سے اصل حالت میں بحال کردیا۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے بانگ درا میں نظم "بلاد اسلامیہ" میں قسطنطنیہ کو عالم اسلام کا دل قرار دیا ہے۔

علامہ فرماتے ہیں:

خطۂ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار

مہدی امت کی سطوت کا نشانِ پائیدار
صورت خاک حرم میں یہ سرزمیں بھی پاک ہے
آستان مسند آرائے شہ لولاک ہے
نکہت گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
تربت ایوب انصاریؓ سے آتی ہے صدا
اے مسلماں ملتِ اسلام کا دل ہے یہ شہر!
سیکڑوں صدیوں کے کشت وخوں کا حاصل ہے یہ شہر!

قسطنطین دیواروں کی موجودہ صورتحال

ترکی کی حکومت نے ۱۹۸۰ء کی دہائی میں قسطنطنیہ (استنبول) کی دیواروں کے بہت سے حصوں کی تعمیر ومرمت کروائی۔ اس ضمن میں اسے اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو کی مکمل معاشی معاونت حاصل رہی، تاہم بحالی کے اس کام کی شدید تنقید کی گئی کیونکہ بحالی کے عمل میں تاریخی شواہد کو ضائع کیا جارہا تھا۔ دوم یہ کہ دیواروں کی مرمت وبحالی میں استعمال ہونے والا میٹریل انتہائی گھٹیا استعمال کیا جارہا تھا۔

۱۹۹۹ء میں قسطنطنیہ (استنبول) میں زلزلوں کے جھٹکوں کے باعث ان دیواروں کی تعمیر وبحالی کے کام کی قلعی کھل گئی اور تمام دیواریں جہاں تعمیر ومرمت کا کام ہوا تھا منہدم ہوگئیں، لیکن دلچسپ امر یہ ہے کہ ان دیواروں کے نیچے سے پرانی دیواریں بالکل صحیح سالم نکلیں اور ان زلزلوں کے جھٹکوں کا ان دیواروں پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

بعد ازاں استنبول کے شہریوں کی طرف سے ان دیواروں کی فوری بحالی وتعمیر ومرمت کا مطالبہ کیا گیا۔ ۲۰۰۸ء میں ان دیواروں کو دنیا کے سو اہم تاریخی مقامات کی فہرست (Wathch List) میں شامل کیا گیا جو اپنی شکستہ حالی کے باعث مٹ جانے کے بہت قریب ہیں۔ ●●

امریکہ، ایران کشمکش اور محمد البرادعی کا کردار

ایس اے قدوانی

بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے ڈائریکٹر محمد البرادعی ایک بردبار اور متحمل مزاج شخص ہیں۔ ایران کے ایٹمی پروگرام کے خلاف امریکہ اور مغربی ممالک کی انتہا پسندانہ سوچ اور محاذ آرائی پر مبنی اختلاف اور اپنے اعتدال پسند مصالحانہ رویے کی بنا پر ان کی شخصیت متنازعہ بن گئی ہے۔ بش انتظامیہ کے متعدد حکام اور تحدید اسلحہ کے بعض ماہرین کا خیال ہے کہ محمد البرادعی ایران کے ایٹمی پروگرام پر جس دھیمے لہجے اور نرم گفتاری سے نکتہ چینی کرتے ہیں اس سے دراصل ایران پر امریکی حملے کا جواز مہیا کرنے سے گریز مقصود ہے۔ گزشتہ دنوں ڈیووس میں عالمی اقتصادی فورم کے اجلاس کے موقع پر انھوں نے ہفت روزہ نیوز ویک (شمارہ ۹ رفروری ۲۰۰۹ء) کے نامہ نگار لیلے وے ماؤتھ کو دیئے جانے والے انٹرویو میں کھل کر اظہار خیال کیا اور اپنے اوپر امریکہ اور اس کے مغربی حواریوں کی نکتہ چینی کو مسترد کردیا۔

سوال:- ماضی کے واقعات پر نظر ڈالیں تو کیا آپ کو یہ خیال نہیں آتا کہ آپ نے ایران کو حدود سے تجاوزات کرنے کی اجازت دی؟

جواب:- یہ مکمل طور سے غلط فہمی پر مبنی سوچ ہے۔ ہم ایران میں اس امر کو یقینی بنانے کے لئے جو کچھ کرسکتے تھے ہم نے وہ کیا۔ ہم ان کے ایٹمی پروگرام کی تاریخ اور اس کی موجودہ کیفیت کو سمجھتے ہیں، ہم کو ایران پر جس حد تک دباؤ ڈالنے کا اختیار ہے اس کی کوشش کریں گے اور بحسن وخوبی اپنی ذمہ داری پوری کریں گے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مالک ومختار ہیں، ہم تمام حدیں عبور کرسکتے ہیں، بند دروازے کھول سکتے ہیں...... مگر ہمیں اس میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔

ایران کے ایٹمی مسئلے کے دو پہلو ہیں ایک فنی اور دوسرا سیاسی۔ فنی پہلو ہمارے کام کا حصہ ہے۔ سیاسی پہلو بھروسے اور اعتماد کی فضا قائم کرنے کے لئے مذاکراتی عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ میں گزشتہ چھ سال سے یہی کہہ رہا ہوں کہ مغرب بالخصوص امریکہ اور ایران کے درمیان اعتماد پیدا کرنے کی پالیسی مکمل طور پر ناکام رہی ہے۔ ہم ذرہ برابر بھی آگے نہیں بڑھے۔

سوال:- اس سے حقیقتاً آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب:- جب تک آپ براہ راست مذاکرات نہیں کرتے آپ پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ اب صدر بارک اوباما یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ کسی قسم کی پیشگی شرائط کے بغیر اور باہمی احترام کی بنیاد پر براہ راست مذاکرات کے لئے تیار ہیں۔ میرا کہنا بھی یہی ہے کہ یہ کام تو بہت پہلے ہوجانا چاہئے تھا۔ آپ ایران کو آنکھیں دکھا کر اور سر سہلا کر بیوقوف نہیں بناسکتے۔ یہ مشرق وسطیٰ میں طاقت اور دبدبہ قائم کرنے کا مقابلہ ہے۔

سوال:- ایران بمقابلہ مغرب؟

جواب:- ہاں، یہ ایران اور مغرب کے درمیان مقابلہ ہے...... ایران چاہتا ہے کہ ایک علاقائی سیکورٹی پاور کی حیثیت سے اس کے کردار کو تسلیم کیا جائے...... وہ جانتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس ایسی ٹیکنالوجی موجود ہو جس کی مدد سے مختصر مدت کے اندر ایٹمی ہتھیار بنا لیا جائے تو اس سے آپ کو طاقت، عزت اور سلامتی کی ضمانت مل جائے گی۔ وہ سابق انتظامیہ کی جانب سے حکومت کی تبدیلی کے لئے فنڈ مختص کرنے، بدی کے محور قرار دینے کی باتیں سن چکے ہیں اور اگر ان کی جگہ آپ ہوتے تو اپنے تحفظ کی خاطر آپ بھی وہ سب کچھ کرتے جو آپ کے بس میں ہوتا۔

سوال:- آپ کا کیا خیال ہے، مذاکرات کی کامیابی کا کوئی امکان ہے؟

جواب:- آپ کو اس کی کوشش تو کرنی ہی پڑے گی۔ ہوسکتا ہے کہ کامیابی نہ ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ ایرانی عوام کی اکثریت بالخصوص نوجوان طبقہ امریکہ کے ساتھ معمول پر مبنی تعلقات استوار کرنا چاہتا ہے۔ وہ بین الاقوامی برادری کا حصہ بننا چاہتے ہیں۔ اگر آپ بات نہیں کریں گے تو آپ کو کیا ملے گا؟۔

سوال:- آپ کو امریکہ کی حمایت سے "آئی اے ای اے" کا ڈائریکٹر منتخب کیا گیا تھا مگر بعد میں واشنگٹن نے آپ کے ساتھ کافی خراب سلوک کیا؟

جواب:- یہ میرے دوبارہ انتخابات کا تیسرا دور تھا جب اقوام متحدہ میں امریکہ کے سفیر جان بولٹن نے میرا انتخاب روکنے کی مہم شروع کی۔ لیکن وہ کسی ایک ملک کو بھی میرے مقابلے پر لانے میں کامیاب نہیں ہوسکے اور آخر میں مجھے امریکہ کی حمایت سے بالاتفاق دوبارہ منتخب کرلیا گیا۔ آپ بین الاقوامی ادارے کے سربراہ سے اختلاف کرسکتے ہیں لیکن ہم وہاں کسی ایک ملک کی پالیسیوں پر عملدرآمد کا کام تو انجام نہیں دے رہے۔ اگر آئی اے ای اے جیسے کسی ادارے کو کسی ایک ملک کا نمائندہ (بروکر) سمجھ لیا جائے تو اس کا کام تمام ہوجائے گا۔

سوال:- ماہرین کا کہنا ہے کہ ۲۰۰۷ء میں نیشنل انٹیلیجنس کی رپورٹ کے بعد سے آپ ایران سے خاصی سختی سے پیش آنے لگے ہیں؟

جواب:- ہم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ ہم نے ہمیشہ سختی سے کام لیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہیں بس یہ بات پسند نہیں کہ میں ان کی مقرر کردہ حدود سے متجاوز ہو کر کوئی بات کہوں۔ بہت سے مواقع پر میں نجی اور سرکاری سطح پر انہیں بتاتا رہا ہوں کہ انہیں اپنی پالیسی کے ذریعے میری حمایت اور مدد کرنی ہے مگر ان کی پالیسی غیر مؤثر اور ناکام ہے۔ یا تو آپ ایک بین الاقوامی ادارے کے لئے سربراہ کی خدمات سے استفادہ کریں یا پھر آپ کسی ٹیکنوکریٹ کے ذریعے کوئی مقصد حاصل نہیں کرسکیں گے۔

سوال:- لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے ایٹمی ری ایکٹر کی تعمیر کے مسئلے پر شام کے ساتھ کچھ زیادہ سخت رویہ اختیار نہیں کیا۔

جواب:- میں نے اسرائیل کے ساتھ انتہائی سخت رویہ اختیار کیا کیونکہ انھوں نے طاقت کے یک طرفہ استعمال سے متعلق بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کی تھی اور بمباری سے قبل ہمیں ایسی کوئی معلومات بھی فراہم نہیں کی تھیں جن کی بنیاد پر ہم اس امر کا تعین کرسکتے کہ آیا شام ایٹمی ری ایکٹر تعمیر کر رہا تھا...... اب ہم یہ پتہ چلانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ شام کیا کچھ کر رہا تھا لیکن یہ معاملہ بھی ایران ہی جیسا ہے۔ میں فوری طور پر بلا کسی تحقیق کے یہ بیان تو نہیں داغ سکتا کہ شام ایٹمی تنصیبات قائم کر رہا تھا کیونکہ ابھی تو ہم اس حقیقت کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اصل معاملہ کیا تھا۔

سوال:- آپ ان تنصیبات کی تعمیر پر شام اور شمالی کوریا کو ہدف تنقید کیوں نہیں بناتے؟

جواب:- وہ اس لئے کہ ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ اگر بمباری سے پہلے ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت ہوتا تو میں چوبیس گھنٹے کے اندر ہی یہ کام کرچکا ہوتا۔ ●●

بقیہ: سرمایہ دارانہ نظام کے پیدا کردہ بحران: اسباب اور حل

کرتے صفر یا ایک فیصد کردیا جائے مگر یہاں کے بنکار جن کی بھاری اکثریت صیہونیوں پر مشتمل ہے اور جو سودی نظام کی بدولت پوری دنیا کے آقا بنے ہوئے ہیں، وہ اس انسانیت دشمن نظام کو جاری رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ سود کی بدولت ان کا ایک ایک فرد اس قدر طاقتور ہوگیا کہ درجنوں ملکوں سے زیادہ دولت سرمایہ ایک ایک پاس جمع ہوگئی ہے، جیسے جورج سوروس Jeorge Soros اور روشیلڈ Rothchild وغیرہ۔ ایسا ایک شخص برطانیہ اور فرانس جیسی مضبوط معیشت کو بھی ایک رات میں تباہ کرسکتا ہے۔ جورج سوروس نے ۸۰ کی دہائی میں مشرق بعید (انڈونیشیا، ملائشیا، ہانگ کانگ) وغیرہ کی معیشت ایک رات میں تباہ کی تھی۔

مغرب کے سیاسی ومعاشی نظاموں کی ناکامی

مغرب آج تک اپنے جس سیاسی نظام (ڈیموکریسی) اور معاشی نظام (فری مارکیٹ اکانومی) پر فخر کرتا تھا اور ساری دنیا کو اپنی پیروی کی دعوت دیتا تھا، موجودہ بحران نے اس پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ برطانیہ کے مشہور اخبار ڈیلی گارجین نے کیا خوب تبصرہ کیا ہے کہ آج تک کہا جاتا تھا کہ جمہوریت وفری مارکیٹ توام (جڑواں بہنیں) ہیں لیکن اس بحران نے ثابت کردیا ہے کہ آزاد معیشت جمہوریت کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ ویورپ کی حکومتیں بنکوں کو نیشنلائز کررہی ہیں حتیٰ کہ مغربی میڈیا یا صدر بش کو کامریڈ بش اور USA کو USSAR یعنی یونائیٹڈ سوشلسٹ اسٹیٹ ری پبلک آف امریکہ کہہ رہے ہیں۔ مغرب کو اپنا حشر روس کی طرح نظر آنے لگا ہے۔ کہاوت ہے کہ کند جنس باہم جنس پرواز۔ جب حرام خوری کی لت پڑ جائے تو حلال میں مزہ نہیں آتا، اس لئے مغرب قرآن کی پیش کردہ یقینی فلاح وکامیابی اور انسانی بہبود کے معاشی نظام کے بجائے دوبارہ سوشلسٹ معیشت کی گلی سڑی لاش کی طرف متوجہ ہورہا ہے۔ اور بنکوں کو نیشلائز کررہا ہے۔ یہ تجربہ ایشیا میں پوری طرح ناکام ہوچکا ہے۔

موجودہ دور کے تمام ماہرین اقتصادیات صدیوں کی ریسرچ وتحقیقات اور تجربات کے بعد جس حقیقت تک پہنچ ہیں کہ اقتصادی تباہی کا واحد سبب سودی نظام ہے، قرآن نے اس حقیقت کو ۱۴۰۰ سال پہلے انسانیت کے سامنے آشکارا کردیا تھا اور انسانیت کی بہبود کے لئے پیغمبر اسلام نے ایسا معاشی نظام قائم کردیا تھا جس سے انسانیت تقریباً ہزار سال تک مستفید ہوتی رہی۔ مغرب کے متعدد بینک قرآن کے اس غیر سودی معاشی نظام کو اپنارہے ہیں اور دن بدن غیر سودی معیشت میں اضافہ ہورہا ہے۔ کیا اب بھی اس کا وقت نہیں آیا کہ امت مسلمہ اور مسلم ممالک قرآن کے معاشی نظام پر لبیک کہیں اور انسانیت کی رہنمائی کریں؟ حقیقت بالآخر خود کو منوا کر رہتی ہے۔ آج نہیں تو کل دنیا کو قرآن کے پیش کردہ معاشی نظام کی طرف آنا ہی ہوگا۔ کیونکہ اس کے سوا تباہی سے بچنے کا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔

(الشریعہ، لاہور)

POSTED ON 23 February 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 41/2006-08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8. ۲۵ فروری ۲۰۰۹ء

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2090 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)

شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن اور نیٹو میں ٹکراؤ

میاں علی رضا

وسطی ایشیا موجودہ حالات کے تناظر میں عالمی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ وسطی ایشیا میں وہ ممالک آتے ہیں جو کبھی سابقہ سوویت یونین کا حصہ ہوا کرتے تھے اور جو معدنی دولت خاص طور پر تیل اور گیس کے ذخائر سے مالا مال ہیں، انہی ذخائر کی وجہ سے سوویت یونین کو پوری دنیا میں واحد سپر پاور کا درجہ حاصل تھا۔ اس خطے میں جغرافیائی سیاست کا فقدان اس وقت پیدا ہوا جب مجاہدین کو استعمال کرکے امریکہ اور اس کے مغربی اتحادی سوویت یونین کا شیرازہ بکھیرنے میں کامیاب ہوگئے اور سوویت یونین چھوٹی چھوٹی مسلم ریاستوں کو آزادی دینے پر مجبور ہوگیا۔ ان مسلم ریاستوں میں معدنی دولت کے خزانے چھپے ہوئے ہیں، جن پر مغرب، چین، روس اور امریکہ کی نظریں ہیں۔ وسطی ایشیا کے ان ممالک کو کنٹرول کرنے کے لئے عالمی طاقتیں سازشیں کررہی ہیں اور ان سازشوں کو ذرائع ابلاغ میں ''دی گریٹ گیم'' کا نام دیا گیا ہے، وسطی ایشیا کا علاقہ قازقستان، کرغستان، تاجکستان، ترکمانستان اور ازبکستان پر مشتمل ہے، قابل غور بات یہ ہے کہ ان علاقوں پر بیرونی ایشیا میں بھارت کی نظریں وسطی ایشیا کے راستوں پر جمی ہوئی ہیں جو کہ بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ امریکہ واحد ملک ہے جو باہر سے آکر اس علاقے میں مداخلت کررہا ہے اور مغربی سامراجی طاقتیں امریکہ کے بل بوتے پر ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہی ہیں، بظاہر تو اسلامی مجاہدین ہی نے امریکہ کے مذموم عزائم کا راستہ روک رکھا ہے مگر اب اقتصادیات اور سیاسیات کے میدان میں بھی نیٹو اور امریکہ کو شکست ہورہی ہے کیونکہ چین کی اقتصادیات اور روس کی فوجی طاقت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے، جس کی وجہ سے اب نیٹو، یورپ اور امریکہ کو ان علاقوں میں اپنا مستقبل تاریک دکھائی دے رہا ہے۔

اس گریٹ گیم کو سمجھنے کے لئے ماضی کے حالات وواقعات کو جاننا ضروری ہے، اس ''گریٹ گیم'' کا آغاز دوسری جنگ عظیم کے فوراً بعد ہی شروع ہوگیا تھا، دوسری جنگ عظیم میں سوویت یونین واحد سپر پاور تھی، جس طرح کچھ عرصہ پہلے امریکہ تھا، دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ عالمی سیاست کے پس منظر پر بڑی تیزی سے رونما ہوا اور اپنے مغربی ساتھی ممالک کے ساتھ مل کر سوویت یونین کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا، یورپی ممالک اور امریکہ کی سوویت یونین کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی بلکہ امریکہ میں موجود یہودیوں اور یورپ کے صیہونیوں کی نظریں روس کے ذخائر پر تھیں، جن کی وجہ سے وہ سپر پاور تھا، اس مقصد کے لئے پھر امریکہ نے پاکستان کے ذریعے نڈر قوم افغانیوں کو استعمال کیا اور افغانستان میں طالبان نے روس کو شکست سے دوچار کردیا، سوویت یونین جنگ ہارنے کے بعد اقتصادیات کے میدان میں بھی بحران کا شکار ہوگئی، سوویت یونین کے اندر سرد جنگ کے نام پر مختلف قسم کی بغاوتیں کروائی گئیں جس کے نتیجے میں وسطی ایشیا کے مندرجہ بالا ممالک معرض وجود میں آئے، یہ عمل ''گریٹ گیم'' کا ظاہری حصہ تھا، اصل اہداف تو وسطی ایشیا کے تیل اور گیس کے ذخائر پر کنٹرول حاصل کرنا تھا اور ان ذخائر کو باحفاظت امریکہ اور یورپ پہنچانا تھا، اس مقصد کے لئے افغانستان کو منتخب کیا گیا مگر طالبان کی حکومت نے امریکہ اور نیٹو کے مذموم عزائم کی تکمیل میں مدد کرنے سے انکار کردیا تجزیہ نگار افغانی وار کی وجہ یہی بتاتے ہیں۔ مگر اس کی ایک دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ روس کو اپنی شکست کا بدلہ لینا تھا اور چین کی نظر بھی وسطی ایشیا کے ذخائر پر تھی، دونوں ممالک نے مل کر وسطی ایشیا کے ممالک کے ساتھ ایک تنظیم بنانے کا اعلان کردیا۔ یہ تنظیم ''شنگھائی فائیو'' سے اخذ کردہ ہے اس تنظیم کا نام ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' رکھا گیا اور اس کا ۱۵ رجون ۲۰۰۱ء کو باقاعدہ کردیا گیا۔ نیٹو اس وقت ایشیا کے علاقے میں واحد صیہونی وامریکی طاقت تھی، جو کسی بھی ملک میں اپنا اڈہ بنانے یا حملہ کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن کا بننا نیٹو کے لئے قابل قبول نہ تھا، یورپ اور امریکہ کے صیہونی تاجروں اور بااثر حکومتی انتظامیہ کے افراد نے ۹/۱۱ کا واقعہ کروایا اور اس کو بنیاد بناکر افغانستان پر حملہ کردیا، جس کے بعد امریکہ او رنیٹو نے وسطی ایشیا میں مداخلت کا آغاز کردیا۔ انتہائی غور طلب بات یہ ہے کہ ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' (SCO) کے بننے کے صرف تین ماہ بعد امریکہ نے افغانستان پر حملہ کردیا تھا، جس کا مطلب یہ بھی نکل سکتا ہے کہ امریکہ اور نیٹو چین اور روس کی اہمیت اور موجودگی کو وسطی ایشیا میں اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے۔

روس نے شروع میں امریکہ کے افغانستان پر حملے کی حمایت کی اور اسے افغانستان میں داخل ہونے دیا، داخل ہونے کے لئے اس نے ہر طرح سے نیٹو افواج کی مدد کی کیونکہ اس علاقے کے خدوخال اور تہذیب سے روس اچھی طرح واقف تھا، وہ جانتا تھا کہ امریکہ ایک دفعہ افغانستان میں داخل ہوجائے، پھر امریکہ کا سپر پاور ہونے کا نشہ اُتر جائے گا، یہ فیصلہ روسی انٹلی جنس نے آٹھ سال پہلے کیا تھا جو کہ آج کے حالات وواقعات کے حساب سے بالکل سچ ثابت ہورہا ہے، یہ لڑائی تہذیبوں یا ثقافتوں کے درمیان نہیں بلکہ وسطی ایشیا میں موجود قدرتی ذخائر کو حاصل کرنے کی ہوس کے لئے ہے، جس میں روس، چین، ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' جب کہ امریکہ نیٹو کی شکل میں حاصل کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ موجودہ حالات میں چین اور امریکہ، روس اور نیٹو کا تصادم ناگزیر ہوتا جارہا ہے۔ وسطی ایشیا وہ علاقہ ہے جہاں پر روس اور چین کے مفادات میں کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس مماثلت کا ثبوت روس کے تعاون سے بننے والی ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' ہے۔ چین بھی یہ جانتا ہے کہ آئندہ اس کا تصادم امریکہ سے متوقع ہے، جس کی وہ سے اس کا روس کے ساتھ تعاون ناگزیر ہے، روس اور چین کی دوستی کی ایک وجہ امریکہ بھی ہے، چین امریکہ کو اپنا حریف جب کہ روس امریکہ سے سوویت یونین کی تحلیل کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔

امریکہ کا نیٹو کے ذریعہ وسطی ایشیا میں سیاسی، دفاعی، معاشی اور معاشرتی اثر قائم کرنے کا مقصد وسطی ایشیائی ممالک کے توانائی کے ذخائر اور پائپ لائن روٹس پر قبضہ کرنا ہے جو کہ چین اور روس کے لئے تشویشناک بات ہے۔ امریکہ نے جمہوریت کے فروغ کے نام کا ہتھیار ان ممالک میں استعمال کیا، جس سے امریکہ کو ان ممالک کے ذخائر سے وابستہ مفادات بھی حاصل ہوں گے مگر روس اور چین کی بنائی ہوئی تنظیم ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' امریکہ کے مفادات کی راہ میں دیوار بن گئی۔ جمہوریت کے فروغ کے سبق نے وسطی ایشیا کے سرداروں کو امریکہ سے دور کردیا اور روس اور چین کے نزدیک جس کی وجہ سے روس اور چین براہ راست اس میں دخل اندازی کرنے کا حق رکھتا ہے، وسطی ایشیائی ممالک میں نیٹو کی ناکامی اور ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' کی کامیابی کا ثبوت ۲۰۰۵ء کو ہی منظر عام پر آگیا تھا جب ازبکستان حکومت نے اتحادی وامریکی افواج کو ملک سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ ۲۰۰۵ء کے بعد ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' ایشیا کی سب سے بڑی اور طاقتور تنظیم کے طور پر سامنے آئی۔ سوویت یونین کی تحلیل کے بعد امریکہ نے ''یونی پولر ورلڈ آرڈر'' کا اعلان کیا مگر ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' تنظیم کی وجہ سے ملنے والی روس اور چین کو اہمیت نے امریکی وصیہونی خواب کو چکنا چور کردیا، جس کی وجہ سے دنیا تیسری عالمی جنگ کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ روس نے مختلف علاقائی تنظیموں کے ذریعہ وسطی ایشیا کے ممالک کے ساتھ رابطہ رکھا ہوا ہے۔ Commonwealth of Independence State (CIS) جو کہ ۱۹۹۱ء کو بنائی گئی تھی، سے روس نے سیاسی معاہدے Collective Security Treaty Organization (CSTO) جو ۲۰۰۲ء میں بنائی گئی تھی، سے روس نے دفاعی معاہدے Eurasian Economic Community (EEC) جو کہ ۲۰۰۱ء میں بنائی گئی تھی، سے روس نے معاشی معاہدے کرر کھے ہیں۔ ازبکستان نے امریکہ کے ساتھ اپنے قریبی تعلقات ۲۰۰۵ء کو ختم کرنے کا اعلان بھی چین اور روس کی طرف سے ملنے والی امداد اور تحفظ کے بعد کیا تھا، ۴ رفروری ۲۰۰۹ء کو کرغستان نے بھی افغان جنگ کے لئے اپنی سرزمین پر قائم اہم ترین امریکی فوجی اڈہ بند کرنے کا اعلان کردیا، روسی خبررساں ادارے کے مطابق یہ اعلان کرغستان کے صدر ''کرمانیک باکیف'' نے ماسکو میں روسی ہم منصب وصدر کے ہمراہ مشترکہ پریس کانفرنس میں کیا'' باکیف'' کا یہ اعلان وسطی ایشیا کی غریب ریاستوں کے لئے روس کی جانب سے اربوں ڈالر کی امداد کے اعلان کے بعد سامنے آیا۔ اس سے پہلے بھی روس کرغستان کو ۱۲۵ کروڑ ڈالر کی امداد کا اعلان کرچکا تھا۔ عالمی تجزیہ نگاروں کے مطابق کرغستان اور ازبکستان کے فیصلوں کو افغانستان میں موجودہ امریکی ونیٹو افواج کے لئے بہت بڑا دھچکا قرار دے رہے ہیں۔ امریکی جوائنٹ چیفس آف اسٹاف ایڈمرل مولن نے کہا ہے کہ افغانستان کی صورتحال ویت نام سے زیادہ پیچیدہ ہے، دریں اثنا کرغستان کی حکومت نے اپنے ملک میں امریکی فوج اڈا بند کرنے سے متعلق بل پارلیمنٹ میں جمع کرادیا ہے، توقع ہے پارلیمنٹ کثرت رائے سے بل کی منظوری دے دے گی، روس نے جو وسطی ایشیا کی ریاستوں کے لئے امداد کا اعلان کیا ہے وہ ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' کے نام سے پس پردہ چین نے دی ہے جس کا مقصد نیٹو کا وسطی ایشیا کے ممالک پر اثر ورسوخ ختم کرنا ہے تاکہ ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' ہی اس خطے کی واحد تنظیم ہو جو ان ممالک کے معدنی ذخائر کی نگرانی کے ساتھ ساتھ اسے استعمال میں لاسکے۔ جب ۲۰۰۱ء میں شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن بنائی گئی تھی تو اس کے ممبر ممالک میں روس اور چین کے علاوہ صرف وسطی ایشیا کے ممالک تھے مگر ۲۰۰۸ء میں ایران کو بھی آبزرور (Observer) کے طور پر شامل کرلیا گیا، چین روس اور ایران کے متحدہ ہونے اور امریکی بلاک کا مقابلہ کرنے کے لئے ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' بہت اہم کردار ادا کررہی ہے، اس تنظیم کی وجہ سے وسط ایشیاء کی ریاستوں پر نیٹو کا اثر اب نہ ہونے کے برابر ہوتا جارہا ہے، عالمی مبصرین ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' کو نیٹو کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دے رہے ہیں۔ اب امریکہ اور نیٹو کے حامی دانشور اس ڈیویکل تنظیم کی موجودگی اور اثر کو نظر انداز کرنے کا پروپیگنڈا کررہے ہیں تاکہ عالمی سطح پر اس کو اہمیت نہ مل سکے مگر نتائج اس کے برعکس برآمد ہورہے ہیں۔ بنیادی طور پر شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' کے ذریعے چین اور روس کے اپنے اپنے مقاصد ہیں، روس وسطی ایشیا کے معدنی ذخائر جو کہ کبھی اس کی اجارہ داری تھی، پر دوبارہ قبضہ کرنے کا خواہشمند ہے جب کہ چین وسطی ایشیا کے راستے پوری دنیا میں اپنی اقتصادیات کے لئے راہ ہموار کررہا ہے۔ چین معاشی سپر پاور کے خواب کو تکمیل کے مراحل کے قریب پہنچا چکا ہے۔ اب وسطی ایشیا اور افغانستان کے راستوں پر قبضہ کرکے واحد معاشی سپر پاور بننا چاہتا ہے۔ ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' معاشی لحاظ سے چین اور دفاعی طور پر سے روس کی پالیسی کی علمبردار ہے۔ ۲۰۰۴ء میں ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' کے موجودہ سکریٹری جنرل ''ژانگ ڈی گون'' نے پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ ''یہ تنظیم امریکہ اور نیٹو کے خلاف نہیں بلکہ اس کے مقاصد وسطی ایشیا میں موجود خانہ جنگی، دہشت گردی اور انتہا پسندی کو روکنا ہے اور یہ تنظیم کسی بھی دوسری قوت (نیٹو) کو تنگ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی''۔

یہ تقریر مکمل طور پر چین کی خارجہ پالیسی کی عکاسی کرتی ہے۔ چین دنیا میں واحد ملک ہے جو اپنے مقاصد کے لئے جنگ کا راستہ اختیار نہیں کرتا اور اپنے کو معاشی لحاظ سے مضبوط تر بناتا جارہا ہے، نہایت ہی غور طلب بات یہ بھی ہے کہ شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن کے جو ۶ مستقل ممبر ہیں وہ نیٹو کے بھی ممبر ہیں جب نیٹو کا انحصار ان ۶ ممالک پر ہوا تو چین کی پالیسی رنگ لے آئی یعنی ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' کی طرف سے ملنے والی امداد کے نتیجہ میں ان ممالک نے نیٹو کے مفادات کو نظر انداز کرنا شروع کردیا، جس کی مثالیں روس کا جارجیا پر حملہ کرغستان اور ازبکستان سے امریکی ونیٹو افواج کے انخلاء کا اعلان ہے، ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' کا سکریٹریٹ بیجنگ میں اور ''اینٹی ٹیررازم اسٹرکچر (RATS) کا ریجنل آفس تاشقند میں قائم کیا گیا ہے، آستانہ میں ۲ رجون ۲۰۰۵ء کو اس تنظیم کا اجلاس بلایا گیا، جس میں نئی پالیسی تربیت دی گئی تھی، جس کے مطابق یہ تنظیم افغانستان کے راستے ہونے والی منشیات کی ترسیل کی روک تھام کرے گی اور وسطی ایشیاء کی سیکورٹی کے حوالے سے ممالک سے معاہدے کئے جائیں گے اور وسطی ایشیا کے تمام روٹس اور سمندری راستوں پر شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' سے وابستہ ممالک کو تجارت کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں گے، اس تنظیم کی اہمیت اور دانشمندانہ پالیسیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پہلے تو ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' کے حکم پر اس کے ممبر ممالک نے امریکہ اور نیٹو کو فوجی اڈے فراہم کئے تاکہ دہشت گردی کی روک تھام کی جاسکے اور بعد میں جب روس اور چین کو یقین ہوگیا کہ نیٹو اس خطے میں پھنس چکی ہے، تب اسی تنظیم کے بل بوتے پر ان ممالک نے اڈے بند کرنے کا اعلان کردیا تاکہ (SCO) اپنے مقاصد میں کامیاب ہوسکے، یہ طریقہ کار روس کی پالیسی کی عکاسی کرتا ہے، یعنی ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' مکمل طور پر چین اور روس کی پالیسیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ جس طرح روس کے خلاف امریکہ نے جنگ جیتنے کے لئے نیٹو کا سہارا لیا تھا بالکل اسی طرح اب روس امریکہ کے وجود کو ختم کرنے اور اس کے یونی پولر ورلڈ آرڈر'' کے خواب کو چکنا چور کرنے کے لئے ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' کا سہارا لے رہا ہے، چین کی تنظیم ''شنگھائی فائیو'' سے اخذ کردہ ہے۔ جس کو ۱۹۹۶ء میں بنایا گیا تھا جس کا مقصد وسطی ایشیا کے ممالک کی سرحدوں کے تنازعہ کو حل کرنا تھا۔ ۲۰۰۰ء میں ہونے والے ''شنگھائی فائیو'' کے اجلاس میں پوتن نے پہلی مرتبہ شرکت کی چین میں اس تنظیم کو بین الاقوامی معیار تک پہنچانے کے لئے طریقہ کار پر غور کیا گیا، پوتن کے مشورے پر جولائی ۲۰۰۱ء میں ''شنگھائی فائیو'' کو ''شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن'' کا نام دیا گیا۔ جس میں روس کو بھی مستقل ممبر کے طور پر شامل کرلیا گیا۔ اس

باقی صفحہ ۵ پر

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ''دعوت'' ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن

سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی، عمیر کوٹی ندوی، اشرف علی بستوی

ضرورت معلمین / معلمات دینیات

کوکن کے ہائی اسکولوں کیلئے جون 2009 سے درج ذیل نئے اسامیوں کی ضرورت ہے جو طلبہ کو نہ صرف اردو/ انگریزی زبان میں دینی تعلیم دے سکیں بلکہ ان کی تادیب وتربیت کی بھی ذمہ دار ہوں اور اسکول میں خوشگوار دینی اخلاقی ماحول کو پروان چڑھائیں۔

لیاقت: دین کا گہرا علم وشعور رکھتے ہوں۔ صحیح اسلامی فکر، صالح کردار اور داعیانہ اوصاف کے مالک ہوں۔ تعلیم وتربیت کا کم از کم پانچ سالہ تجربہ ہو۔

مشاہرہ: معلمین ومعلمات (اردو میڈیم) کیلئے ابتداء میں کم از کم -/6000 روپے اور (انگریزی میڈیم) کیلئے کم از کم -/7000 روپے ماہانہ مع فیملی رہائش اور بچوں کی مفت تعلیم (ہائی اسکول تک)۔ آئندہ بہتر کارکردگی پر مشاہرہ میں اضافہ۔

شرائط: ★ انتخاب کے لئے تحریری امتحان اور انٹرویو ممبئی میں ہوگا جس کے لئے امیدوار اپنے خرچ سے آئیں گے۔ ★ منتخب امیدوار کا کوکن کے کسی بھی علاقے میں حسب ضرورت تقرر کیا جاسکتا ہے۔ ★ امیدوار کا شادی شدہ ہونا ضروری ہے اور فیملی کے ساتھ رہائش لازمی ہے۔ ★ فاؤنڈیشن کے ساتھ رابطہ کرنے اور سفارش کرانے سے درخواست پر غور نہیں کیا جائے گا۔

14 / مارچ 2009 تک جملہ اسناد وتفصیلات کے ساتھ درخواستیں مینیجنگ ڈائرکٹر فیروز ایجوکیشنل فاؤنڈیشن کے نام ذیل کے پتے پر پہنچ جانی چاہئیں۔

PHAROS EDUCATIONAL FOUNDATION
B-18/603, Al-Ridwan, Millat Nagar, Andheri (W), Mumbai-53.

دینی علوم کی تدریس

(ہندستان کے مدارس کا نصاب اور اس کی خصوصیات)

جید اسلامی اسکالر مولانا سید جلال الدین عمری کے قلم سے

دینی تعلیم کی اہمیت، دینی تعلیم کے ارتقا، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مرتب کردہ نصاب، مدارس اسلامیہ میں رائج درس نظامی اور مدارس کے دوسرے نصاب تعلیم، تفسیر قرآن مجید، احادیث اور تخصص پر عالمانہ گفتگو اور مدارس دینیہ کے سلسلے میں بدنام زمانہ الزام دہشت گردی کا جامع اور دانشورانہ تجزیہ۔

سائز: ۲۳×۳۶ ☆ صفحات: ۲۰ ☆ قیمت: -/12
۱۶

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652 Fax: 26950975, 26947858
E-mail: mmipub@nda.vsnl.net.in Website: www.mmipublishers.net

ایم اے ایف اکیڈمی

اے ۴۳ سیکٹر ۶۲، نوئیڈا

فاؤنڈر: محمد ابوالفضل فاروقی

نرسری تا XI داخلے جاری

★ سی بی ایس ای سے منظور شدہ ★ سی بی ایس ای کورس
★ اعلیٰ تربیت یافتہ اسٹاف ★ بچے کی پروگریس پر ہروقت نظر
★ ہر طالب علم پر خصوصی توجہ ★ سیکشن میں صرف ۲۵ طلباء
★ ابتداء سے کمپیوٹر کی تعلیم ★ ہروقت بجلی کے لئے جنریٹر موجود
★ ضروری سامان سے آراستہ سائنس لیب
★ کمرہ روشن، ہوادار، چھت سے محفوظ ★ ۲۴ ہزار مربع گز کا وسیع رقبہ
★ صد فیصد نتائج ★ سیٹیں محدود ★ داخلہ فارم ویب سائٹ پر دستیاب
★ داخلے کیلئے بچے کا ہونہار ہونا کافی ★ ٹرانسپورٹ کے لئے محفوظ اور آرام دہ بسیں
★ ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور جدید ترین سہولتوں سے آراستہ نہایت خوشنما عمارت
صد فیصد رزلٹ کے ساتھ بھی طالب علم فرسٹ ڈویژن ڈسٹنکشن (Distinction) کے ساتھ پاس ہوئے ہیں۔

اعلیٰ ترین سہولتوں کے باوجود فیس کفایتی

Phone: (0120) 2400522, 6545202
Fax:(0120)2400510
e-mail: info@mafacademy.com
Website: www.mafacademy.com

دماغین برین ٹانک

(۱) دماغین ہر عمر کے ذہنی وجسمانی طور سے مصروف لوگوں کے لئے مددگار ہے

dimagheen

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

Online Unani Herbal Consultation

044-28481344 E-mail:drameen@vsnl.net

for Sinusitis ★ Joints Pain ★ infertility ★ nervous ★ debility ★ Obesity ★ beauty & Hair Care

in public interest by Dr. Syed M.M. Ameen
B.U.M.S. (OSM)., M.D. (Herbal Med).,
Ph.D. (MED)., M.N.S.A. (IND)

S.K's Herbal Medical Hospital & Research Centre
36, J.J.K. Road, Royapettah, Chennai-600014 INDIA

ضرورت رشتہ

سنی شیخ گھرانے کے ۲۹ سالہ نوجوان B.Tech کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ خوبصورت، دراز قد لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ رابطہ کریں:

موبائل: +91-9899668911
E-mail: hasanahmed47@gmail.com

ضرورت رشتہ

شیخ صدیقی، ایم اے، بی ایڈ، عمر ۲۵ سال، قد پانچ فٹ تین انچ، گورنمنٹ ملازمت، دیندار گھرانے سے وابستہ لڑکی کے لئے کوئی موزوں رشتہ مطلوب ہے۔ یوپی / دہلی اور تدریس سے وابستہ لڑکے کو ترجیح دی جائے گی۔ خط وکتابت کا پتہ

Box No. 2229
C/o Sehroza Dawat
Dawat Nagar, D-314,
Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-25

جموں وکشمیر یتیم خانہ سری نگر

ایک تعارف

یہ ادارہ ★ دو ہوسٹل چلاتا ہے جن میں چار سو یتیم بچے رہتے ہیں ★ یتیموں کے لئے ایک چیریٹیبل ہائر سکنڈری اسکول چلاتا ہے ★ مختلف آبادیوں میں دستکاری کے ساتھ چیریٹیبل مراکز چلاتا ہے ★ چار سو بیواؤں کو ماہانہ امداد دیتا ہے ★ ایک سو معذور افراد کو مالی امداد فراہم کرتا ہے ★ یتیم بچیوں کو مالی امداد دے کر شادی کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ★ تعلیم کے لئے سو یتیم بچیوں کی مدد کرتا ہے ★ ہائیر اور ٹیکنیکل تعلیم کے لئے منتخب شدہ یتیم بچوں کی مالی امداد کرتا ہے ★ غریب، نادار اور محتاج مریضوں کی روزانہ امداد کرتا ہے

اس یتیم خانے کا معائنہ کیجئے

اور ہماری عملی خدمات اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ ہر چیز کھلی ہے، حسابات چیک ہوتے ہیں۔ ۰۹-۲۰۰۸ء کا بجٹ تقریباً دو کروڑ روپے ہے۔ ہم اپنی یہ خدمات بلا لحاظ مذہب وملت پیش کرتے ہیں۔ بس آخرت میں اچھے اجر کی طلب اور دوزخ سے پناہ مطلوب ہے۔

اپنے عطیات اس نام سے بھیجیں

"J & K YATEEM KHANA, A/C No. SB7378"
JK Bank, Chawri Bazar, Delhi-110006

ایس اے بخاری (چیئرمین)
09419059772

Jammu & Kashmir Yateem Khanah (Orphanage)
Bemina - Chatabal Crossing, Srinagar - 190010
Ph.: 0194-2471707, Mob.:09419056249, 09419059133,
Fax:0194-2481056